محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف: پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ

Marfat.com

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

22705
DATA ENTERED

مؤلف

پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ

ایم فل۔ ایم اد ایل

ایم۔ اے (اردو' ایجوکیشن' تاریخ)

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
اُردو بازار لاہور

Marfat.com

297.9921
P53 ت
۱۲۷۰۸۳
۲ز

جملہ حقوق محفوظ

ستمبر 2007ء
محمد فیصل نے
تعریف پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت: -/120 روپے

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلاَمُ عَلَیۡكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلاَمُ عَلَیۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیۡنَ○ اَشۡھَدُ اَنۡ لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ○

تمام زبان کی عبادتیں بدن کی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اے نبی آپ ﷺ پر سلام' اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہم پر بھی اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ

باب اول

بعثت سے قبل مکی دور

۱۔ عرب
۲۔ بنی ہاشم
۳۔ ہاشم
۴۔ عبدالمطلب
۵۔ عبداللہ
۶۔ ولادت نبی کریم
۷۔ ولادت کی تقویم
۸۔ شجرہ طیبہ
۹۔ رضاعت
۱۰۔ شق الصدر
۱۱۔ والدہ کی وفات
۱۲۔ دادا کا انتقال
۱۳۔ حضرت زبیر بنو ہاشم کے سردار
۱۴۔ شام کا پہلا تجارتی سفر
۱۵۔ حرب فجار
۱۶۔ حلف الفضول
۱۸۔ حضرت خدیجہ ؓ سے شادی
۱۹۔ تعمیر کعبہ

باب دوم

نبوت کا مکی دور

۱۔ بعثت
۲۔ آغاز نزول قرآن
۳۔ خفیہ دعوت کا آغاز
۴۔ دعوت عشیرہ
۵۔ اسلام کی دعوت عام
۶۔ حرم میں اسلام کا اعلان
۷۔ قریش کی دشمنی
۸۔ قریش کی دشمنی
۹۔ ہجرت حبشہ
۱۰۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
۱۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
۱۲۔ آل ہاشم کا بائیکاٹ
۱۳۔ عام الحزن
۱۴۔ مصیبت کا زمانہ
۱۵۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
۱۶۔ عقد جناب عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

۱۸۔ معراج
۱۹۔ یثرب کے وفد کا قبول اسلام
۲۰۔ بیعت عقبہ اولیٰ
۲۱۔ بیعت عقبہ ثانی
۲۲۔ شہادت کی سازش
۲۳۔ کاشانہ نبوت کا محاصرہ
۲۴۔ غار ثور میں قیام
۲۵۔ ام معبد کے ہاں قیام
۲۶۔ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
۲۷۔ آنحضرت صلعم کا قبا میں قیام

باب سوم

تعلیمات مکی دور

۱۔ قرآن مجید
۲۔ ایمان باللہ
۳۔ ایمان بالرسالت
۴۔ ایمان بالآخرۃ
۵۔ قصص الانبیاء
۶۔ انباء الرسل
۷۔ نماز

باب چہارم

نبوت کا مدنی دور

۱۔ ہجرت مدینہ
۲۔ ہجرت مدینہ کے اسباب
۳۔ مسجد نبوی کی تعمیر
۴۔ اصحاب صفہ
۵۔ سلسلہ مواخات
۶۔ اذان کی ابتدا
۷۔ میثاق مدینہ
۸۔ اہل بیت کے حجروں کی تعمیر
۹۔ تحویل قبلہ
۱۰۔ احکام دین کا نزول
۱۱۔ جنگ بدر
۱۲۔ یہود کی بدعہدی
۱۳۔ غزوہ احد
۱۴۔ غزوہ بنو نضیر
۱۵۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
۱۶۔ غزوہ خندق
۱۷۔ بنو قریظہ کی عہد شکنی
۱۸۔ ہجرت مدینہ کے نتائج

Marfat.com

۱۹۔ حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
۲۰۔ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح
۲۱۔ حدیبیہ کی صلح
۲۲۔ صلح حدیبیہ کی اہمیت
۲۳۔ سلاطین کو دعوت اسلام
۲۴۔ قیصر روم
۲۵۔ مقوقس شاہ مصر
۲۶۔ نجاشی شاہ حبش
۲۷۔ کسریٰ ایران
۲۸۔ ہوذہ حاکم یمامہ
۲۹۔ حارث غسانی بادشاہ شام
۳۰۔ جیفر و عبد حاکم عمان
۳۱۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد
۳۲۔ جنگ خیبر
۳۳۔ حج بیت اللہ
۳۴۔ سریہ موتہ
۳۵۔ فتح مکہ
۳۶۔ غزوہ حنین
۳۷۔ غزوہ تبوک
۳۸۔ انہدام مسجد ضرار
۳۹۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال
۴۰۔ اہل طائف کا قبول اسلام
۴۱۔ فرضیت حج
۴۲۔ اعلان برآت
۴۳۔ عام الوفود
۴۴۔ مسیلمہ بن حبیب کذاب
۴۵۔ حجتہ الوداع
۴۶۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری
۴۷۔ وصال

باب پنجم

تعلیمات مدنی دور

۱۔ روزہ
۲۔ زکوۃ
۳۔ حج
۴۔ نکاح و طلاق
۵۔ امھات المومنین
۶۔ وراثت
۷۔ وقف
۸۔ حدود اور تعزیرات
۹۔ حلال اور حرام
۱۰۔ خطبہ الوداع

Marfat.com

پیش لفظ

السلام علیکم!

وحی الٰہی کا سلسلہ رکے چھے سو سال ہو چکے تھے۔ سرزمین عرب ہی نہیں بلکہ ساری دنیا فسق و فجور، ظلم و استبداد اور بربریت و جاہلیت میں غرق تھی۔ عرب معاشرہ سماجی ناانصافیوں، غلامی، شراب نوشی، قمار بازی، اوباشی، عیاشی، طبقہ نسواں کی زبوں حالی و بے حرمتی، لہو و لہب کی فراوانی، حرص و ہوا کی کثرت اور اسی طرح کے دیگر مذموم جرائم کی آماجگاہ تھا۔ مذہبی پس ماندگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی قوم عربوں سے زیادہ بت پرست کی خوگر نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر ترس کھایا اور رحمت اللعالمین کو نبی آخرالزماں بنایا۔ ہر دور کے نبی اپنے بعد آنے والے جلیل القدر پیغمبر کی خبر دیتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مابعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت یوں دی ہے۔ "خداوند سینا سے آیا، ساعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔ بائبل باب ۳۳ آیت ۲۰" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ساعیر پہاڑ کے ایک مقام، "بیت اللحم" میں ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد حجاز کے مشہور پہاڑی سلسلے "فاران" میں ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کا نام "احمد" بتایا۔ اور ان کی یہ بشارت ان کے ۵۷۰ سال بعد پوری ہوئی۔ قریش خاندان کے سردار عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے ہاں بی بی آمنہ کے بطن سے ۹ ربیع الاول ۵۷۱ کو مکہ شہر میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا آپ کی پیدائش سے چند ماہ قبل انتقال ہو گیا تھا۔ عبداللہ معروف نوجوان تاجر تھے اور مدینہ میں کھجوروں کی خریداری کے سلسلے میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک بخار نے آلیا، جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔

جناب عبداللہ کی بیماری کی خبر ان کے والد عبدالمطلب کو ہوئی تو انہوں نے اپنے

Marfat.com

بیٹے حارث کو بھیجا۔ لیکن ان کے پہنچنے سے قبل حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ ان کا مال تجارت لے کر مکہ واپس ہوئے اور مرحوم بھائی کا مال تجارت حضرت عبدالمطلب کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے مال تجارت آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تایا حضرت زبیر کے حوالے کر دیا۔ حضرت زبیر' حضرت ابوطالب اور حضرت عبداللہ تینوں سگے بھائی (ایک ہی والدہ کے بطن سے) تھے۔ اس طرح حضرت زبیر آں حضرت صلعم کے مال تجارت کے وکیل بن گئے۔

۹ ربیع الاول کی صبح کی سہانی گھڑی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں آمد ہوئی۔ والدہ حضرت آمنہ نے نورانی چہرے کو چوما اور "احمد" (بہت زیادہ تعریف کرنے والا) نام رکھا۔ کسی نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو جا کر یہ خوش خبری سنائی تو وہ خوشی خوشی دوڑے آئے' آپ ﷺ کو گود میں لئے ہوئے کعبہ میں داخل ہوئے اور "محمد ﷺ" (بے حد تعریف کیا گیا) نام تجویز کیا اس طرح یہ دونوں نام آپ ﷺ کے ذاتی نام بن گئے۔

عرب میں دستور تھا کہ شہر کے بچوں کو دیہات میں بھیج دیا جاتا تھا۔ تا کہ وہ وہاں کی صاف ستھری آب و ہوا اور پاکیزہ ماحول میں چند سال گزاریں۔ اس طرح وہ جسمانی اعتبار سے صحت مند اور مضبوط بن جاتے تھے اور وہاں سے خالص عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے۔ اس سلسلے میں بنی سعد خاص طور پر مشہور تھا۔

ان دونوں بنی سعد قبیلے کی دائیاں مکہ آئیں اور اپنے اپنے پسند کے گھرانے کے بچوں کا انتخاب کیا۔ لیکن ان میں ایک غریب حلیمہ سعدیہ کے ہاتھ کوئی بچہ نہ لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں وہ بچہ لکھا تھا جو یتیم تھا مگر سید الکونین تھا۔ چنانچہ مائی حلیمہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچی اور آپ ﷺ کو گود لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی سعد قبیلے میں چار برس رہے۔ اس دوران میں حلیمہ سعدیہ کے گھرانے سے تنگ دستی اور مفلسی ختم ہو گئی اور یہ خوش حال گھرانہ بن گیا۔

جب آپ ﷺ تین برس کے ہوئے تو آپ اپنے رضاعی اور [illegible] شریف [illegible] کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے باہر جانے لگے۔ قدرت نے آپ صلی اللہ علیہ و[illegible] کو بنی نوع انسان کی ہدایت' نگہ داشت اور رہ نمائی کے لئے مقرر کرنا تھا۔ اس لئے

Marfat.com

آغاز حیوانوں کی گلہ بانی اور نگرانی سے کیا۔ اس طرح ایک سال تک آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ بکریاں چراتے رہے۔

مائی حلیمہ سعدیہ کے ہاں سے واپس آئے ہوئے ابھی دو برس ہی ہوئے تھے کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا اور آپ ﷺ کی کفالت کا ذمہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے لیا لیکن ابھی دو برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ سہارا بھی اللہ کو پیارا ہوگیا۔ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے وقت ان کے بیٹوں میں حضرت زبیر سب سے بڑے تھے۔ وہ قریش کے سردار اور آپ ﷺ کے کفیل بنے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ بہت کم کھیلتے تھے اور کبھی لہو و لعب میں حصہ نہ لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان کو کبھی بھی جھوٹ چغلی اور بدزبانی اور اس طرح کی فضول باتوں سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ اس دور میں آپ کی معصومیت اور سادگی ہر کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن گزار کر جب جوانی کی منزل میں داخل ہوئے تو تجارت کو اپنا پیشہ بنایا۔ آپ اپنے تایا حضرت زبیر کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام اور یمن کو کئی بار گئے۔ جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ایمان دار تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔ آں حضور صلعم اپنی پاک دامنی' شرافت نفس اور حسن معاملہ کی وجہ سے قوم میں صادق اور آمین کے نام سے پکارے جانے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی' ایمان داری اور پاک دامنی کا چرچا سن کر حضرت خدیجہ نے اپنے مال تجارت کو ان کے تجارتی قافلے میں شامل کرنے کی درخواست کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور فرمایا۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس نے سفر سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیک طبیعت' ایفائے عہد اور حسن معاملہ کی تعریف کی' جس سے حضرت خدیجہ بڑی متاثر ہوئیں۔ حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ۲۵ برس میں ۴۰ سالہ بیوہ حضرت خدیجہ سے نکاح ہوگیا۔

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کا جو حق مہر باندھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مال دار تاجر تھے۔ شادی کے ۱۵ سال بعد تک آپ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

و آلہ وسلم نے شغل تجارت جاری رکھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۳۹ برس کے ہوئے تو آپ نے معمول بنا لیا کہ کھانے پینے کا تھوڑا سا سامان لے کر غار حرا میں چلے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ "اس حالت میں آپ ﷺ کی روح سکون پذیر ہوئی۔ آپ ﷺ کو ہمیشہ خدا آگاہی کی جستجو رہتی تھی اور یہ جستجو روز بروز ترقی پر تھی۔" جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو آپ حسب معمول غار حرا میں عبادت و ریاضت میں مصروف تھے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ علق کی ۱ تا ۵ آیات تلاوت کیں۔ اس انوکھے واقعے نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خوف زدہ کر دیا۔ آپ ﷺ گھبرائے ہوئے گھر واپس لوٹے اور سارا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہہ سنایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تسلی دی اور عرض کیا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع اور رسوا نہیں کرے گا کیوں کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' دوسروں کے لئے تکلیفیں برداشت کرتے ہیں' مفلس کو مدد دیتے ہیں' مہمان نواز ہیں' اور حق و صداقت کی راہ میں دوسری کی اعانت کرتے ہیں۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خفیہ دعوت کا حکم ملا۔ اس خفیہ دعوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

جب دعوت عام کا اذن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قوم کو آواز دی۔ جب قریش وہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "لوگو! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے۔" قریش نے جواب میں کہا ہم کیوں نہ مانیں گے۔ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ "اے لوگو! جو عام زندگی کے کاموں میں جھوٹ نہیں بولتا تو وہ کیا اتنا بڑا جھوٹ بولے گا کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ بے شک میں خدا کا رسول ہوں۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہو۔"

اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خاندان سے الگ کرنے کے لئے آپ ﷺ کے تایا ابوطالب کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے اباواجداد کو مشرک اور ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے۔ اس لئے آپ اس سے الگ ہو جائیں۔ انہوں نے

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی کہ بھتیجے میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے پروگرام سے الگ ہو جائیں۔ قبائلی نظام میں کسی قبیلے کے سردار کا کسی شخص سے ہاتھ اٹھا لینے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب کوئی اسے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ لیکن جسے سب سے بڑا سہارا میسر ہو وہ بھلا ان دنیاوی سہاروں کو کیا اہمیت دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' تایا جان! یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تو پھر بھی میں دعوت اسلام سے باز نہ آؤں گا۔

قریش مکہ نے ایک مرتبہ آزمایا۔ ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور زن' زر' زمین اور زار کا لالچ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔ میں حرص و ہوس کا بندہ نہیں ہوں بلکہ رب اللعالمین کا بندہ ہوں اور تمہیں بھی اس کی بندگی میں لانا چاہتا ہوں۔ اگر تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لو تو میں تمہاری کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں۔

نبوت کا مکی دور ۱۳ سالوں پر محیط ہے کہ اس عرصے میں تقریباً ۱۲۸ مرد اسلام لائے (ہجرت حبشہ ۸۳ اور ہجرت مدینہ ۴۵) یہ سعید روحیں حق کی طرف دار ہوگئیں اور باقی سب اہل مکہ مخالفت پر اتر آئے۔ ان مخالفین میں ابولہب آپ کا تایا اور ایک قریبی رشتہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) پیش پیش تھے۔ ابولہب مخالفت کی وجہ سے تبت یدیٰ ابی لہب و تب (ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو) کے انجام کو پہنچا۔ اور عمرو نے بھی اپنی ساری عمر مخالفت اسلام میں گزار دی۔

مخالفین نے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ طے پایا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک جری جتھے کی صورت میں یک بارگی حملہ کرے تا کہ قصاص میں خون بہا دے کر اس نئے دین کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس پروگرام سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو باخبر کر دیا اور یثرب کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر چھوڑا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم راہ غار ثور میں پہنچے۔ غار ثور کے باہر کفار کی آمدورفت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطرہ محسوس کیا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا تھا کہ جب آخری نبی کا مشن تمام نہیں ہوا

Marfat.com

تو یہ لوگ اسے کس طرح شہید کر سکتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یار غار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔) جب یہ دونوں اس کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں مکہ سے نکلے تھے تو کون کہہ سکتا تھا کہ ان میں ایک سربراہ عرب ہو گا اور دوسرا اس کا جانشین۔

یثرب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نے یثرب کو مدینۃ النبی بنا دیا اور اسے اہل یثرب اور اس کے گرد و نواح کے یہودیوں نے تسلیم کر لیا۔ آں حضور صلعم نے مدینہ کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کے لئے یہودیوں سے دفاعی معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کا نام دیا گیا۔ یہ کرہ ارض کا پہلا تحریری معاہدہ تھا۔
بنی اسرائیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ عبرانی زبان میں حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل تھا۔ یہ اسراً (عبد) اور ایل (اللہ) دو لفظوں سے مرکب ہے اور عربی میں اس کا ترجمہ "عبداللہ" کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ ان کے بعد یوشعؑ، الیسعؑ، شمویلؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یونسؑ، اور عزیزؑ جیسے جلیل القدر نبی بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری بڑے پیغمبر تھے جن پر انجیل نازل ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے انصار کہلائے بنی اسرائیل نے ان کو اس لئے مصلوب کر دیا کہ وہ توراۃ کی موجودگی میں انجیل کیوں لے کر آئے اور توراۃ کی تحریف کی نشان دہی کیوں کی۔

یہودی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے اس لئے آگ بگولا ہو گئے کہ سلسلہ نبوت اسحاقی خاندان سے اسماعیلی خاندان میں کیوں منتقل ہو گیا۔ یہودی میثاق مدینہ میں شامل تو ہو گئے تھے لیکن موقعے کی تاک میں تھے کہ قریش مکہ حملہ آور ہوں اور وہ ان کی مدد کر کے مسلمانوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ ۶۲۳ برس پہلے انہوں نے حضرت عیسیٰ السلام کو (اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کاملہ سے تختہ دار سے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔) تختہ دار پر لٹکا دیا تھا اور اب ایسا ہی کھیل وہ آخری نبی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھیلنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اور ان

Marfat.com

کی سازشوں کی وجہ سے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ کو جلاوطن ہونا پڑا۔

قریش مکہ نے تین سو میل دور ہجرت کر جانے کے باوجود مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا اور ۲ھ میں ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ آں حضرت صلعم بھی تین سو تیرہ مسلمانوں کی جماعت لے کر بدر پہنچے یہاں کفار مکہ کے ستر نامی سردار مارے گئے اور اتنے ہی جنگی قیدی بنے۔ بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

غزوہ بدر میں نامی سردار مارے جانے کی وجہ سے مکہ کی قیادت ابو سفیان کے حصے میں آئی۔ وہ ۳ھ میں پورے ایک سال کی جنگی تیاری کے بعد بڑے سروسامان سے تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف جب مسلمانوں کو کفار مکہ کی آمد کی خبر ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار صحابہ کو لے کر میدان احد میں پہنچے۔

غزوہ احد میں پہلے مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا لیکن بعد میں خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اپنے دستے کو لے کر ایک جنگی چال میں مسلمانوں کو دبانے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمانوں بھاگ نکلے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ میں ڈٹے رہے۔ یہ استقلال اور ثابت قدمی اسی لئے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ ابھی ان کے مشن کی تکمیل نہیں ہوتی اس لئے کفار مکہ ان کو شہید نہیں کر سکتے۔

۵ھ میں قریش بہت سے قبائل کو شامل کر کے دس ہزار کا لشکر تیار کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے شمال کی طرف پندرہ فٹ گہری' پندرہ فٹ چوڑی اور ساڑھے تین میل لمبی خندق کھود کر شہر کے اندر محصور ہو گئے۔ خندق کی کھدائی کے دوران میں ایک سخت چٹان آ گئی کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں آگے بڑھے کہ تین دن کا فاقہ ہے اور پیٹ پر پتھر بندھا ہے۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے چٹان کو تودہ خاک بنا دیا اور مسلمانوں کو یمن' ایران اور رومی علاقوں کی فتح کی نوید سنائی۔ اتنی دور ایک نبی کی آنکھ ہی دیکھ سکتی تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ کی نصرت کا پورا پورا یقین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خندق کے اختتام پر فرمایا کہ "اب قریش کی چڑھائیاں ختم ہوئیں

Marfat.com

آئندہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔"

۶ھ میں معاہدہ حدیبیہ میں جن شرائط پر صلح ہوئی۔ ان میں قریش کا پلہ بھاری دکھا رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ـــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "رسول اللہ" کا جملہ کاٹنے سے انکار کر دیا کہ اس طرح قریش کی برتری دکھائی دیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود دب کر صلح کر رہے ہیں اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اسے مسلمانوں کی ناکامی خیال کر رہے تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ ان ہی شرائط میں "فتح مبین" دیکھ رہی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری دنیا کے لئے پیغمبر بن کر آئے تھے۔ اسی لئے ۷ھ میں اسلام کا پیغام دنیائے عرب سے باہر بھی پہنچایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی شاہ حبش، مقوقس شاہ مصر، غسانی حاکم شام والئی بصرہ، والئی عمان، والئی یمامہ اور والی بحرین کو مراسلے اور قاصد بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ مکہ والوں نے مکی زندگی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر جو ستم ڈھائے تھے اور پھر مدینہ میں بھی ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو عبرت ناک سزا دی جاتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرما کر اسے پرامن انقلاب بنا دیا۔۔۔۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کا بھاری لشکر بنو ہوازن اور بنو ثقیف کی تیراندازی سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ صلعم نے فرمایا انا النبی لا کذب۔ انا ابن المطلب۔ یہ ثابت قدمی نبوت کا خاصا تھا۔

۱۰ھ میں حجتہ الوداع کے موقعے پر اعلان فرمایا کہ سرزمین عرب سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، لیکن وہ کوشش کرے گا کہ وہ تمہیں ان گناہوں میں اپنی اطاعت کرائے جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو۔ اسی موقعے پر تکمیل دین کی بشارت دی گئی تکمیل دین کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو رفیق الاعلیٰ کے پاس چلے گئے۔ اس

Marfat.com

وقت عمر مبارک ٦٣ سال اور چار دن تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن معصوم تھا اور جوانی بے داغ تھی۔ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فعل وحی کے تابع ہوگیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی عملی تفسیر بن گئے تھے۔ اسی کیفیت کو اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (آپ بلاشبہ خلق عظیم کے درجے پر فائز ہیں) کہا گیا ہے اور اس کی پیروی "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" لازمی قرار دی گئی ہے۔

یہاں آپ ﷺ کی سیرت کاملہ کی چند ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

صدق و دیانت:

عرب معاشرے میں سچائی و دیانت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جبکہ آں حضور صلعم کی حیات مبارکہ اتنی پاکیزہ اور جوانی اس درجہ بے داغ تھی کہ اہل مکہ نے آپ ﷺ کو "الصادق" اور "الامین" کے لقب دیئے۔ نبوت سے پہلے آپ ﷺ مکہ میں انہی القاب سے پکارے جاتے تھے۔

عفت:

عرب معاشرہ' عفت و پاک دامنی کی قدر کھو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس برس تک شادی نہ کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہر قسم کی تنقید سے مبرا رہی۔ شادی کے بعد پندرہ برس تک تاجر کی حیثیت سے شام و یمن جانا ہوا لیکن آپ ﷺ تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ اہل مکہ نے مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کسی کو بھی آپ کی راست بازی' امانت داری اور پاک دامنی پر انگلی اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔

حیا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم و حیا کے پیکر تھے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر شرم و حیا تھی۔ حیا کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا ان میں سے ایک ہے۔

Marfat.com

امانت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن بھی آں حضور صلعم کی بے مثال دیانت داری کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مکہ آپ ﷺ کو "الامین" کے خطاب سے پکارتے تھے اور اپنا مال و دیگر امانتیں آپ ﷺ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ ﷺ ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر اس لئے پیچھے چھوڑ گئے کہ امانتیں مالکوں کو لوٹا سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امانت دار بنایا جائے تو امانت میں خیانت کرے۔

عدل:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ عدل و انصاف کے معاملے میں کوئی رو رعایت نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی کسی قسم کی سفارش' دباؤ' لالچ اور مصلحت کو آڑے آنے دیتے تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو! سنو اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا۔"

حلم و انکسار:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور ریاست مدینہ کے حکمران تھے لیکن آپ کو پسند نہیں تھا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو صحابہ کرام ان کی تعظیم کے لئے اٹھیں۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کے حلم کا ذکر یوں کرتا ہے "اگر آپ ﷺ سخت دل اور سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے پاس سے دور بھاگتے۔"

رحم:

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کائنات کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ آپ سراپا رحمت تھے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً

Marfat.com

الِّلعَالَمِیْن

ایفائے عہد:

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی زندگی اور قومی زندگی میں ایفائے عہد کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ نے ذاتی حیثیت میں جو وعدے کیے ان کو اس انداز سے پورا کیا کہ لوگ "صادق" اور "امین" کہنے پر مجبور ہو گئے۔ مدنی زندگی میں ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے جو معاہدات کئے ان کو ہر حال میں پورا کیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارے دین میں وعدہ شکنی نہیں۔

عبادت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت و ریاضت' پرہیزگاری اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات عبادت میں گذر جاتی اور کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے۔

سخاوت:

آپ ﷺ کے بارے میں بعثت کے وقت دیگر صفات کے ساتھ آپ کی سخاوت کا بطور خاص ذکر کیا تھا۔ آپ ﷺ کی سخاوت و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر کسی سائل کو محروم نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور خصوصاً ماہ رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔

استقامت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ سب نبیوں کو تکالیف' مصائب' اذیتوں اور ابتلاؤں کا سامنا رہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں زیادہ۔ آپ ﷺ کو قریش کی تکلیفیں' اہل طائف کی اذیتیں اور یہود و نصاریٰ کی سازشیں راہ استقامت سے نہ ہٹا سکیں۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی استقامت کا عملی نمونہ تھی۔

شجاعت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تن تنہا پورے عرب کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اور

Marfat.com

آپ ﷺ کو پیغام حق پہنچانے سے کوئی مخالف قوت باز نہ رکھ سکی۔ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے میں آئنی دیوار ثابت ہوتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے سائے میں پناہ لیتے۔ معرکہ حنین میں دشمن کی تیروں کی بارش میں صحابہ بکھر گئے مگر آپ ﷺ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ساتھ لے کر ایک بھرپور حملہ کیا اور دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

سادگی وانکساری:

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بڑی سادہ تھے۔ گھر کے کام کاج میں امہات المومنین' کا ہاتھ بٹاتے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا سر اونٹ کے کجاوے کے ساتھ لگا ہوا تھا اور آپ ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جاری تھی۔

مساوات:

آپ ﷺ کی نظروں میں چھوٹے بڑے' امیر و غریب اور آقا و غلام کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ آپ ﷺ سب کو برابر سمجھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع میں فرمایا۔

"لوگو' تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے' اس لئے کسی عرب کو عجمی پر عجمی کو عربی پر' گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ اللہ کے ہاں وہ بہتر ہے جو متقی ہے۔"

"محمد رسول اللہ ﷺ" سیرۃ کی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سیرۃ کی کتابوں میں کوئی گراں قدر اضافہ نہ کر سکے لیکن میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے مطالعے سے سیرت کے نئے گوشے سامنے آئیں گے اور نئی راہیں کھلیں گیں۔

کتاب کی ترتیب یوں رکھی گئی ہے کہ مکی دور (بعثت سے قبل اور مابعد) کے بعد تعلیمات مکی دور دی گئی ہیں۔ اس دور میں ۸۶ سورتوں کا نزول ہوا۔ ان میں جو احکام نازل ہوئے ان کی عملی شکل اسوہ حسنہ ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی عملی شکل آپ

Marfat.com

ﷺ کی ذات اقدس تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کا اخلاق کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کان خُلُقُہٗ القرآن" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔)

کتاب کے دوسرے حصے میں مدنی دور کے تاریخی حقائق دے کر تعلیمات مدنی دور دی گئی ہیں۔ اس دور میں ۲۸ سورتوں کا نزول ہوا اور حجتہ الوداع کے موقع پر دین کی تکمیل ہوگئی۔ اس دور میں پورے عرب کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی دستوری حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ "آپ کے ظہور سے قبل سرزمین عرب بلکہ ساری دنیا فسق و فجور، ظلم و استبداد اور بربریت و جاہلیت میں غرق تھی۔ عرب معاشرہ سماجی ناانصافی، غلامی، شراب نوشی، قمار بازی، اوباشی، طبقہ نسواں کی پسماندگی و بے حرمتی، لہو و لعب کی فراوانی، حرص و ہوس کی کثرت اور اسی طرح کے دیگر مذموم جرائم کا شکار تھا۔ مذہبی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی قوم عربوں سے زیادہ بت پرستی کی خوگر نہ تھی۔" لیکن ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف عرب کے بدوؤں کی کچھ ایسی کایا پلٹ دی کہ ان کا دنیا کی متمدن اقوام کی صف اول میں شمار ہونے لگا بلکہ جو نور فاران کی چوٹی پر طلوع ہوا تھا پوری آب و تاب کے ساتھ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے نبوت کو جاری رکھا۔ اس سے کئی زیادہ زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے واحد نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے گا۔ اے اللہ! میری اس سعی کو خدمت رسول ﷺ کا درجہ دے کر قبول فرما۔

الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

ایم نذیر احمد تشنہ

Marfat.com

باب اول

بعثت سے قبل کا دور

عرب:

براعظم ایشیا کے مغرب میں ایک جزیرہ نما ہے۔ جسے عرب کہتے ہیں۔ چوں کہ یہ خطہ اطراف سے پانی سے گھرا ہوا ہے۔ اس لئے اہل عرب اسے جزیرۃ العرب کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ عرب اصل عربہ تھا جس کے معانی دشت و صحرا کے ہیں۔ اس کا زیادہ حصہ بے آب و گیاہ پہاڑوں، خشک دروں اور ریگستانوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے تمام ملک عرب کہلانے لگا۔ یہاں کے رہنے والے عرب کہلاتے تھے جو اپنی فصاحت اور زبان دانی کے سامنے تمام دنیا کو کم تر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عرب (زبان آور) اور دنیا کی دیگر اقوام کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔

عرب براعظم ایشیا میں ہے لیکن یہ تین براعظموں ایشیا، یورپ اور افریقا کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں شام و فلسطین، جنوب میں بحرہند، مشرق میں خلیج فارس و بحر عمان اور مغرب میں بحیرہ قلزم و آبنائے سویز ہیں۔ اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو عرب دنیا کے وسط میں دکھائی دیتا ہے۔

اس عرب کے ایک مقام بکہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے انسانی تہذیب کا مرکز قرار دیا اور یہاں تہذیب و تمدن کے پہلے گہوارے "خانہ خدا" کی بنیاد رکھی۔ اس خانہ خدا میں جنت سے لایا ہوا حجراسود نصب کیا۔ اس طرح یہ بیت اللہ آنے والی انسانی نسلوں کے لئے مبارک قرار پایا۔ " اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا" (آل عمران ۴-۶۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بکہ ایک چٹیل میدان میں تبدیل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے۔ جب جوان ہوئے تو ان کی شادی حضرت

Marfat.com

سارہ سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی۔ چنانچہ نمرود عراق کے بادشاہ نے آپ کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے آگ کو گل زار بنا کر اپنے خلیل کو بچالیا۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی رفیقہ حیات حضرت سارہ کو لے کر فلسطین پہنچے اور وہاں سے مصر آئے۔ شاہ مصر آپ سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ اس نے بہت سے تحفے تحائف حضرت سارہ کو پیش کئے اور اپنی بیٹی ہاجرہ حضرت ابراہیم سے بیاہ دی۔ تھوڑے عرصہ بعد حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی شیر خوار بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو مکہ کے چٹیل میدان میں چھوڑ آؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دونوں ماں بیٹے کو مکہ چھوڑ کر مصر واپس لوٹ آئے۔

حضرت ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا تو اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر پانی کی تلاش میں دوڑتی ہوئی کبھی ایک طرف اور کبھی دوڑتی ہوئی دوسری طرف جانے لگیں۔ اچانک وہ دیکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے وہ آپے سے باہر ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ زم زم' چشمے کا جاری ہونا تھا کہ وہاں آبادی شروع ہوگئی اور رفتہ رفتہ مکہ شہر بن گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچے کی خبر لینے کے لئے مکہ آتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں تھے کہ خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کردوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح سویرے اپنے بیٹے کو ہم راہ لے کر مقام "سعی" پر پہنچے اور خواب کو عملی جامہ پہنانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے قربانی کو قبول فرما کر ذبح عظیم سے اسے نوازا۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹا نے مل کر حضرت آدم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر دوبارہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے اہل مکہ کے لئے فراخ رزق اور نسل اسماعیل سے ایک رسول بھیجنے کی دعا کی۔

چشمہ زم زم نمودار ہونے کے بعد جن چند قبائل نے وہاں سکونت اختیار کر لی

۱۲۷۰۸۳

Marfat.com

تھی۔ ان میں سے ایک قبیلہ "بنی جرہم" بھی تھا۔ حضرت اسماعیلؑ جوان ہوئے تو ان کی شادی اسی قبیلہ "بنی جرہم" میں ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے ہوئے اور ان کی اولاد ملک عرب میں پھیلی۔ ان کو قریش کے معزز لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی نسل سے صرف ایک آخرالزماں پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہوگئے تھے اور حضرت سارہ بانجھ تھیں۔ سو سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق عطا فرمائے۔ ان کی نسل کو بنی اسرائیل کا نام دیا گیا۔ بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی حضرت اسحاقؑ کی نسل سے مبعوث ہوئے۔

بنی ہاشم:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے جس شخص نے اپنے خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا وہ فہر بن مالک تھا۔ قریش تقرش سے لیا گیا ہے جس کے معنی تجارت کے ہیں۔ چوں کہ یہ خاندان تجارت پیشہ تھا اس لئے قریش کہلایا۔ قریش میں کئی خاندان تھے لیکن بنوہاشم سب سے ممتاز تھا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی خاندان سے تھے۔

ہاشم:

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا۔ آپ خاندان بنوہاشم کے جدامجد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑدادا تھے۔ ان کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا تو عمرو نے مکہ منورہ میں لوگوں کو ثرید کھلایا۔ روٹی توڑ کر یعنی ہشم کر کے شوربے میں ملا کر ثرید بنایا جاتا ہے۔ اس نسبت سے عمرو ہشم کرنے والے (ہاشم) کہلائے۔

ہاشم کو اپنی سخاوت اور شرافت کے سبب عرب بھر میں قبولیت حاصل ہو گئی۔ انہوں نے زائرین حج کے لئے پانی جمع رکھنے کے لئے چمڑے کی بہت سی مشکیں بنوائیں۔ انہوں نے قصی بن کلاب کی طرح اپنی قوم سے کہا "ہم اپنی تجارت کا ایک حصہ حاجیوں کے لئے وقف کرتے ہیں۔ حاجی خدا کے مہمان ہوتے ہیں اور یہ مہمان سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔"

Marfat.com

ہاشم نے قریش کے لئے سال بھر میں دو مرتبہ تجارتی سفر کرنے کا سلسلہ جاری کیا۔ موسم گرما میں شام اور موسم سرما میں یمن کی طرف تجارتی قافلے روانہ ہوتے۔ ہاشم خود روم اور شام کے درباروں میں پہنچے اور قریش کے تجارتی قافلوں کے لئے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اس سے قریش کی تجارت خوب چمک اٹھی۔

ہاشم ایک دفعہ سفر شام سے واپس آتے ہوئے یثرب میں عمرو خزرجی کے مہمان ہوئے۔ یہاں ان کی ملاقات عمرو خزرجی کی بیٹی سلمہ سے ہوئی۔ ہاشم نے سلمہ سے عقد کی خواہش ظاہر کی تو سلمہ نے بتایا کہ اس نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی ہے اور اب اس شرط پر دوسری شادی کرنا چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے ذاتی امور میں دخل نہ دے اور اس کے بچے یثرب میں ہی پیدا ہوں۔ اس طرح دونوں کی شادی ہوگئی۔ سلمہ ایک مدت تک مکہ میں ہاشم کے ساتھ رہی۔ اس کے بعد اس نے یثرب میں سکونت اختیار کرلی۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام شیبہ{1} رکھا گیا۔

ماتھے کی ایک زلف بچپن سے سفید تھی۔ اس نسبت سے شیبہ "سفید زلف والا" مشہور ہوئے۔

مطلب:

چند سال بعد ایک سفر میں ہاشم کی وفات ہوگئی تو ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف قریش کے سردار بنے۔ ان کی فیض رسانی اتنی عام تھی کہ وہ "فیض" کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

سات سال بعد ایک دن اچانک انہیں اپنے مرحوم بھائی ہاشم کی یاد ستانے لگی۔ وہ یثرب پہنچے اور اپنی بھاوج سلمہ سے کہا کہ میرے مرحوم بھائی ہاشم کی نشانی شیبہ مجھے لوٹا دو۔ شیبہ اب جوان ہوچکے تھے۔ اس لئے والدہ نے اسے چچا مطلب کے ساتھ بھیج دیا۔ مطلب جب مکہ پہنچے تو لوگوں نے یہ خیال کیا کہ مطلب کوئی غلام لائے ہیں لہٰذا اس خیال سے عوام میں شیبہ کا نام عبدالمطلب مشہور ہوگیا۔ مطلب نے لوگوں کو بتایا کہ یہ عبد (غلام) نہیں بلکہ میرے مرحوم بھائی ہاشم کا بیٹا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ شیبہ کو عبدالمطلب ہی کہتے رہے۔

Marfat.com

عبدالمطلب:

مطلب کی وفات کے بعد عبدالمطلب بن ہاشم قریش کے سردار بنے۔ اس وقت عبدالمطلب کے ہاں حارث کے سوا کوئی بیٹا نہ تھا۔ زم زم اٹ جانے کی وجہ سے حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام آس پاس کے کنوؤں سے کرنا پڑتا تھا۔ عبدالمطلب دن رات پانی کی فکر میں رہتے تھے۔

عرب میں کثیر اولاد ہونا فخر کی بات سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر خدا مجھے دس بیٹے اور دے تو میں اس کی راہ میں ایک بیٹے کی نذر دوں گا۔ خدا نے ان کی یہ آرزو پوری کردی۔ عبدالمطلب نے منت پوری کرنے کے لئے قرعہ نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب کے بیٹوں میں اس وقت عبداللہ کم عمر اور اپنے حسن و جمال میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر قربان گاہ کی طرف بڑھے۔ قریش میں سے چند اشخاص آگے آئے اور عبدالمطلب سے کہا کہ قربانی سے پہلے یثرب کی مشہور کاہنہ عرافہ سے مشورہ کرلیا جائے۔ چنانچہ عبدالمطلب یثرب میں کاہنہ کے پاس پہنچے۔ کاہنہ نے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں خون بہا کی کیا شکل ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہم خون بہا میں کم از کم دس اونٹ دیتے ہیں۔ اس پر کاہنہ نے کہا کہ دس اونٹوں اور اس شخص کے نام میں قرعہ اندازی کرو اور یہ عمل اس وقت تک جاری رکھو جب تک خدا راضی نہ ہو جائے۔ عبدالمطلب نے واپس آکر اس طریقے پر عمل کیا۔ جب اونٹوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے سو تک پہنچ گئی' قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔

زم زم کا سوت خشک ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا جس سے حج کے دنوں میں پانی کی قلت ہو جاتی تھی۔ ایک رات عبدالمطلب نے خواب میں زم زم کا محل وقوع دیکھا اور اس کی کھدائی کا کام شروع کردیا۔ اس کھدائی سے زم زم کا پانی برآمد ہوگیا۔ اس سے عبدالمطلب عوام کی نظروں میں اور بھی ہر دل عزیز ہوگئے۔

عبدالمطلب خلوت نشینی کے لئے غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی روز تک وہاں قیام کرتے۔ مکے باہر شعب کی گھاٹی تھی جو عبدالمطلب نے قریش کے اونٹوں کے لئے وقف کردی اور وہ ان کے نام سے شعب عبدالمطلب کہلانے لگی۔

Marfat.com

عبدالمطلب کے دور کا اہم واقعہ ابرہہ کا خانہ کعبہ پر حملہ ہے۔ ابرہہ حبشہ کے بادشاہ کے طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اس نے یمن کے دارالحکومت صنعا میں ایک عالی شان گرجا تعمیر کروایا۔ تاکہ عرب کعبہ کا خیال چھوڑ کر اسی گرجا کا حج کریں۔ ابرہہ کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ جب وہ عربوں کے دل سے کعبہ کی عظمت مٹانے میں بری طرح ناکام رہا تو اس نے کعبے کو مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ وہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر جس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے' مکہ پر حملہ آور ہوا۔ اہل مکہ ابرہہ کی فوج سے خائف ہو کر شہر چھوڑ گئے۔ ابرہہ نے ان کے مویشی پکڑ لئے۔ اس پر عبدالمطلب خود ابرہہ کے پاس پہنچے اور مویشیوں کی آزادی کے لئے کہا۔ ابرہہ نے جواب دیا۔ "تم کو اپنے مویشیوں کی فکر ہے' کعبہ کی حفاظت کی فکر نہیں جس کی بربادی کے لئے میں آیا ہوں" عبدالمطلب نے جواب دیا۔ مویشی میرے ہیں' ان کی مجھے فکر ہے۔ کعبہ کی فکر کعبہ والے کو خود ہوگی۔" یہ سن کر ابرہہ خوش ہوا کہ انہدام کعبہ کی راہ ہموار ہے اور اس نے ہاتھیوں سے کعبہ پر چڑھائی کر دی۔ لیکن خدا نے ابابیل کا لشکر بھیجا جن کی چونچوں اور پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی۔ وہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں نے برسائے جن سے سب ہاتھی اور آدمی مارے گئے اور کعبہ محفوظ رہا۔ عرب ہر مشہور واقعے سے ایک سن کا آغاز کرتے تھے۔ چنانچہ اس واقعے سے عربوں نے ایک سن کا آغاز کیا جس کو عام الفیل کہتے ہیں۔ اس واقعے سے کعبہ کی حرمت و عزت پہلے سے زیادہ اور عبدالمطلب کے وقار میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ یہ واقعہ کلام پاک میں یوں موجود ہے۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ O

عبداللہ:

عبدالمطلب کے دو بیٹوں زبیر{۲} اور عبداللہ کی شادی یثرب کے خاندان بنو زہرہ میں ہوئی تھی۔ زبیر' عمران (ابوطالب) اور عبداللہ تینوں ایک ماں کے بطن سے تھے اور عبداللہ ان میں سے کم عمر تھے۔ حضرت عبداللہ کی پچیس برس کی عمر میں یثرب کے خاندان بنو زہرہ کے ایک معزز رئیس وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ سے شادی ہوئی۔ حضرت آمنہ ان دنوں قریش کی عورتوں میں نسب اور رتبے کے لحاظ سے افضل

Marfat.com

تھیں۔

شادی کے چند ماہ بعد عبداللہ کھجوریں خریدنے کے لئے یثرب پہنچے اور اپنے سسرال میں ٹھہرے۔ وہاں ان کو بخار نے آلیا چند دن بیمار رہ کر انتقال کر گئے اور یہیں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ عبدالمطلب نے فوراً اپنے بڑے بیٹے حارث کو یثرب روانہ کیا جو عبداللہ کا مال تجارت اور ترکے میں چھوڑی ہوئی دوسری چیزیں لے کر واپس مکہ آئے۔ بی بی آمنہ اس وقت امید سے تھیں اور آپ ﷺ والدہ کے بطن میں تشریف لا چکے تھے۔

ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کریم:

والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات کے چار ماہ بعد بی بی آمنہ کے ہاں دو شنبہ ۹ ربیع الاول عام الفیل (واقعہ اصحاب فیل سے پچاس روز بعد) مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ ﷺ کی ولادت سے عبدالمطلب کے سارے گھرانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ آپ ﷺ ان کے مرحوم بیٹے کی یادگار اور نشانی تھے۔ دادا سنتے ہی دوڑے آئے، اس دریتیم کو اٹھا کر سینے سے لگا کر خانہ کعبہ لے گئے پوتے کے لئے دعا مانگی اور محمد ﷺ نام رکھا۔ والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپ کا نام احمد ﷺ رکھا۔ {۳}

ولادت کی تقویم:

۲۲ اپریل، ۵۷۱ء

۵۷۰ء = ۴۰۰ + ۱۰۰ + ۷۰ + ۱۷ سال لیپ

۴۰۰ سالوں پر دنوں کی زیادتی = صفر

[سو سال میں دونوں کی زیادتی ۵ ہوتی ہے لیکن ہر چوتھی صدی لیپ کی سمجھی جاتی ہے۔]

۱۰۰ سالوں پر دنوں کی زیادتی = ۵

۷۰ سالوں پر دنوں کی زیادتی = صفر

۱۷ لیپ کے سالوں پر دنوں کی زیادتی = کل زیادتی = ۸ - ۷ باقی = ۱

Marfat.com

جنوری ۱۷ تا ۲۲ اپریل دنوں کی زیادتی = صفر

۱۷ء

جنوری = ۳	کل = ۱
فروری = صفر	سوموار
مارچ = ۳	
اپریل = ۱	دو شنبہ ۹ ربیع الاول عام الفیل

مشہور صفر ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دو شنبہ مطابق ۲۲ اپریل ۱۷۵ء کو ہوئی تھی۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۱۷۶ مولانا شبلی نعمانی و قصص القرآن صفحہ ۲۵۴ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

Marfat.com

شجرۂ طیبہ

(۱) قصی بن کلاب

(ولادت / ۴۰۰ء میں)

(۲) عبد مناف

(ولادت / ۴۳۰ء میں)

(۳) (عمرو) ہاشم

(ولادت ۴۶۴ء)

(۴) (شیبہ) عبدالمطلب

(ولادت / ۴۹۷ء)

(۵) عبداللہ

(ولادت / ۵۴۵ء)

(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ولادت / ۵۷۱ء)

Marfat.com

رضاعت:

بی بی آمنہ نے پیدائش کے بعد اپنے بچے کو ابولہب کی کنیز ثویبہ کے سپرد کر دیا۔ ثویبہ نے چند روز تک آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور اس کے بعد کافی دنوں تک آپ ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلاتی رہی۔ (اس تعلق سے آپ ﷺ حضرت حمزہ اور حضرت ثویبہ کے بیٹے مسروح کے رضاعی بھائی بن گئے۔) {۴} عرب میں دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو آٹھویں روز صحرا میں بھیج دیتے تھے اور لڑکپن گزرنے کے بعد واپس لاتے تھے۔ ان صحرائیوں میں بنی سعد کا قبیلہ اپنی زبان دانی میں سب سے زیادہ شہرت رکھتا تھا۔ اس لئے بی بی آمنہ اس انتظار میں تھیں کہ بنی سعد کی کوئی دایہ آئے تو اپنا بچہ اس کے حوالے کرے۔ یہ سعادت حلیمہ سعدیہ کے حصے میں آئی۔

حلیمہ سعدیہ بنت ابو ذویب یتیم بچے کی رضاعت کی ذمہ داری لینے کے حق میں نہیں تھی۔ لیکن جب اسے مکہ سے کوئی بچہ رضاعت کے لئے نہ ملا تو اس نے اپنے خاوند حارث سے کہا کہ خالی ہاتھ لوٹنا اچھا نہیں ہے۔ میں اس یتیم بچے کو لے آتی ہوں۔ آپ ﷺ کے جاتے ہی حلیمہ سعدیہ کے دن پھر گئے۔ حلیمہ سعدیہ اکثر کہا کرتی تھیں "جب سے میں اس بچے کو لے آئی ہوں' برکت ہی برکت نظر آتی ہے۔ ریوڑ میں اضافہ ہوگیا' بکریاں موٹی تازہ ہوگئی ہیں اور دودھ سے ان کے تھن بھرے رہتے ہیں۔"

دو سال کے بعد حلیمہ سعدیہ حضور کو آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس لے گئی' لیکن وہ اس دریتیم کو کھونا نہیں چاہتی تھی اس لئے اصرار کر کے واپس لے آئی۔

شق الصدر: {۵}

آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ کے ہاں جب تیسرے سال میں پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک روز حضور اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ دو سفید پوش آدمی آئے' انہوں نے آپ ﷺ کو زمین پر لٹا کر پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکالا اور اس کو صاف کر کے اپنے مقام پر رکھ دیا۔ رضاعی بھائی یہ منظر دیکھ کر بھاگتا ہوا گھر آیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حلیمہ سعدیہ اور ان کے شوہر حارث بے تابی میں وہاں پہنچے لیکن ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے آپ ﷺ کو ایک درخت کی شاخ تھامے

Marfat.com

ہوئے کھڑے مسکراتے دیکھا۔ حلیمہ نے آپ کو چھاتی سے لگالیا اور دیر تک آپ ﷺ کو پیار کرتی رہی۔ اس واقعے نے حلیمہ کو پریشان کر دیا اور وہ آپ ﷺ کو لے کر مکہ آئی اور سارا واقعہ والدہ بی بی آمنہ کو سنایا۔ بی بی آمنہ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ اس بچے پر کسی جن پری کا سایہ نہیں ہو سکتا۔ حلیمہ آپ ﷺ کو واپس لے آئی اور اس طرح مزید ایک سال آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ کی ہاں صحرائی زندگی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ آپ ﷺ اپنی ابتدائی پرورش و تربیت کی بنا پر فرمایا کرتے تھے۔"میں تم سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میں قریشی ہوں اور میں نے قبیلہ بنی سعد کے ماحول میں پرورش پائی ہیں۔

والدہ کی وفات:

آپ ﷺ کی عمر چھے برس کی تھی جب حضرت آمنہ آپ ﷺ کو ہم راہ لے کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے یثرب تشریف لے گئیں۔ اس سفر میں آپ ﷺ کی دایہ ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھیں۔ حضرت آمنہ نے ایک ماہ تک یثرب میں قیام فرمایا۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا میں پہنچیں تو ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کی گئیں۔ ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ میں آئیں۔{٦}

دادا کا انتقال:

باپ کا سایہ تو آپ ﷺ کے سر سے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ اب آپ ﷺ ماں کے سایہ شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ سیدہ آمنہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا' حضرت عبدالمطلب نے پرورش کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ مگر ابھی دو ہی سال گزرے تھے کہ حضرت عبدالمطلب نے بیاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت زبیر بنو ہاشم کے سردار:

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت ان کے ساتھ بیٹے زندہ تھے اور ان میں جناب زبیر سب سے بڑے تھے۔ قریش کے دستور کے مطابق وہ اپنے والد کے جانشین اور بنو ہاشم کے سردار بنے۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۷۴ جلد نمبرا)

حضرت زبیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے تایا تھے۔ حضرت زبیر' حضرت

Marfat.com

عمران (ابو طالب) اور حضرت عبداللہ تینوں ایک ماں کے بطن تھے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ کے تجارتی ترکے کے نگران حضرت زبیر تھے۔ اس لئے عبدالمطلب کی وفات کے بعد کفالت کی ذمہ داری بھی انہوں نے قبول کی۔ حضرت زبیر کی اہلیہ محترمہ عاتکہ بی بی {۷} آمنہ کی ماموں زاد تھیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے بچوں جیسی محبت کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات و اطوار اتنے شائستہ تھے کہ ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

شام کا پہلا تجارتی سفر:

قریش تاجر پیشہ تھے۔ قریش حضرت ہاشم کے دور سے سال میں دو تجارتی کارواں روانہ کرتے تھے۔ ان میں سے ایک تجارتی قافلہ موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں اطراف شام جاتا تھا۔ ۱۳ع ف کے موسم گرما میں حضرت زبیر کی سربراہی میں ایک تجارتی قافلہ شام کو روانہ ہوا۔ حضرت زبیر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہمراہ لے لیا۔

قریش کا یہ قافلہ تجارت سرزمین شام کے ایک مقام بصریٰ میں اترا۔ بصریٰ اس زمانے میں بیت المقدس اور دمشق کے درمیان ایک اہم شہر تھا۔ اس شہر میں ایک کلیسے کا راہب نصرانی عالم جرجیس تھا جو بحیرا کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے قریش کے تجارتی قافلے کی دعوت کی۔ اس دعوت میں بحیرا راہب نے آپ ﷺ کی چند نشانیاں دیکھ کر پیش گوئی کہ کہ تمہارا بھتیجا نبی ہے اور اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔

حرب فجار میں شرکت:

عرب میں جنگوں کا بازار گرم رہتا تھا۔ ۱۶ع ف میں عکاظ کے سالانہ میلے میں جو مشہور معرکہ ہوا وہ "حرب فجار" کے نام سے مشہور ہے۔ آل ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے اور سپہ سالار حرب بن امیہ تھا۔ چونکہ یہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں ہوئی تھی جن میں لڑنا جائز نہ تھا۔ اس وجہ سے اس لڑائی کو حرب الفجار کہتے ہیں۔ قریش حق پر تھے۔ اس لئے خاندان والوں کے ساتھ آپ ﷺ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

حلف الفضول:

عرب آئے دن کی جنگوں سے تنگ آچکے تھے۔ جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر قریش کے چند بڑے قبائل عبداللہ بن جدعان{۱۰} کے گھر جمع ہوئے اور باہمی مشاورت کے ذریعے ایک معاہدہ طے پایا۔ جو حلف الفضول کہلایا۔ اس معاہدے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حاضر تھے۔

(۱) ہم سب مل کر ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

(۲) مسافروں کی خدمت اور حفاظت کریں گے۔

(۳) ہم سب غریبوں کی مدد کریں گے۔

(۴) ہم ہمیشہ مظلوموں کی حمایت کریں گے اور ظالم سے ان کا حق دلائیں گے۔

اس معاہدے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد کے ایام میں یہ ارشاد فرمایا:

"میں نے ابن جدعان کے ہاں جس معاہدے میں شرکت کی تھی۔ اگر مجھے سرخ اونٹوں کا ریوڑ دے کر اس میں شمولیت سے روکا جاتا تو میں اسے قبول نہ کرتا۔ آج بھی اگر اس قسم کا معاہدہ ہو اور مجھے شرکت کی دعوت دی جائے تو ضرور قبول کروں گا۔"

شغل تجارت:

حلف الفضول کے بعد ۲۱ ع ف زبیر بن عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا اور ابوطالب{۱۱} بنوہاشم کے سردار بنے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر بیس سال سے اوپر تھی۔ زبیر بن عبدالمطلب نے انتقال کے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا تجارتی سرمایہ آپ کے حوالے کردیا۔ آپ ﷺ مائی حلیمہ کے ہاں بکریاں چرانے کا کام کیا۔ اس زمانے میں رئیس زادے اپنی عملی زندگی کا آغاز بکریاں چرانے سے ہی کرتے تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ ﷺ نے تجارت کو سب پیشوں پر ترجیح دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زبیر کے ساتھ تجارتی کاروانوں میں شریک رہے تھے۔ ان کے وفات کے بعد اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور تجارت کے شغل کو جاری رکھنے کے لئے قیس بن السائب سے تجارتی شراکت کرلی۔

حضرت ابوطالب خود تو تجارت کے لئے سفر نہیں کرسکتے تھے لیکن اپنا سرمایہ کسی

Marfat.com

دیانت دار اور تجربہ کار شخص کے حوالے کرکے اس کو نفع میں شرکت کر لیتے تھے۔ اب انہوں نے بھی اپنا تجارتی سرمایہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت کے کام سے ملک شام' بصریٰ' یمن' بحرین' اور عرب کے دوسرے مقامات کا آپ نے بارہا سفر کیا اور عرب کے اکثر بازاروں میں آپ اپنا تجارتی مال لے کر گئے۔ آپ کی سچائی دیانت داری اور معاملہ فہمی کی وجہ سے اللہ نے آپ ﷺ کے کام میں بڑی برکت دی اور آپ ﷺ کا شمار عرب کے مشہور تاجروں میں ہونے لگا۔ آپ ﷺ کی امانت' دیانت اور صداقت کی وجہ سے اہل مکہ بھی آپ کو اپنا تجارتی مال دے دیا کرتے تھے اور اکثر لوگ اپنی قیمتی چیزیں بھی آپ ﷺ کے پاس حفاظت کے لئے رکھ دیتے' اس سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے سارے لوگ آپ ﷺ کو "صادق" اور "امین" کہنے لگے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ میں ایک نیک اور مال دار بی بی تھیں۔ سب لوگ آپ کو "طاہرہ" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ان کی تجارت عام عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔{۱۲} آپ کا تجارتی مال و اسباب تمام قبیلہ قریش کے برابر ہوتا تھا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے حسن معاملہ' دیانت داری اور تجربہ کاری کی شہرت سنی تو حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ "آپ میرے مال تجارت اور کارندوں کو بھی اپنے تجارتی کارواں میں شامل کرلیں۔ جو معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں' آپ کو اس سے دگنا دوں گی۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر یمن گئے اور بازار جرش میں مال فروخت کرکے خوب نفع لائے جس کے بدلے میں حضرت خدیجہ نے ہر مرتبہ آپ کو ایک ایک اونٹ دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تجارتی قافلے لے کر شام میں گئے تو اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی ہم راہ تھا۔ وہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات اور امانت و دیانت سے بے حد متاثر ہوا۔ اس نے واپس پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارے حالات بیان کئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی آپ کی عادات سے متاثر تھیں۔

Marfat.com

اب ان اوصاف کا سن کر آپ ﷺ کو اپنی ایک سہیلی کے ذریعے شادی کا پیغام {۱۳} بھیجا۔ چچا کے مشورے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام قبول فرمالیا۔ شادی میں آں حضرت کے تایا {۱۴} ابو طالب تمام روسائے خاندان اور حضرت حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست کی حیثیت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچے۔ حضرت ابو طالب اور {۱۵} ورقہ بن نوفل نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ پانچ سو درہم طلائی، دس اونٹ باربرداری اور دس اونٹ سواری کے حق مہر مقرر ہوا۔

شادی کے وقت آں حضرت ﷺ کا سن شریف پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو امت کی پہلی ماں "ام المومنین" بننے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں پچیس سال تک زندہ رہیں۔ آپ ﷺ کے صلب سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو بیٹے قاسم اور عبداللہ، چار بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

شادی کے بعد آپ ﷺ اپنے تایا ابو طالب کے گھر سے اپنے گھر میں اٹھ آئے۔ کیونکہ حضرت ابو طالب ٹانگوں سے معذور اور کثیر العیال تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری سونپی اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی۔

تعمیر کعبہ:

حرم کی دیواریں بہت پرانی اور کمزور ہو گئی تھیں۔ اہل مکہ نے اس کی عمارت کو از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو قبائل میں اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا کہ پتھر کو رکھنے کا وہ زیادہ حقدار ہے۔ یہ تنازعہ چار دن تک جاری رہا اور اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں۔ پانچویں دن ابو امیہ ابن مغیرہ نے جو قریش کا سب سے زیادہ معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص آئے اس کے فیصلے کو سب تسلیم کر لیں۔ {۱۷}

اگلے دن حرم میں سب سے پہلے آنے والے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تھے۔ قریش آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور کہہ اٹھے "صدیق اور امین آ گیا۔" آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ حجر اسود کو اس چادر پر رکھا اور پھر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ وہ چادر کو کناروں سے تھام کر اٹھائیں۔ اس طرح اس پتھر کو اٹھا کر وہاں لے جایا گیا جہاں اسے نصب کرنا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور ﷺ نے پتھر کو خود اپنے دست مبارک سے دیوار میں لگا دیا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاملہ فہمی سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا اور سارے لوگ خوش ہو گئے۔

Marfat.com

باب دوم

نبوت کا مکی دور

بعثت:

آپ ﷺ خاموش طبیعت کے تھے۔ پہروں بیٹھے سوچا کرتے اور دل میں اپنے رب کا خیال لاتے۔ آہستہ آہستہ یہ عادت بڑھتی گئی۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ سے باہر تین میل کے فاصلے پر "غار حرا" میں جا کر تنہا اللہ کو یاد کرنے لگے۔ بعض دفعہ تو کئی کئی دن صبح سے شام تک "غار" ہی میں رہتے۔ اس طرح ایک عرصے تک آپ کا یہی معمول رہا۔

غار حرا میں جبرئیل علیہ السلام کی آمد:

آپ ﷺ کی عمر چالیس سال ایک دن اور ربیع الاول کی ۹ تاریخ تھی اور غار حرا میں تنہا بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے کہ وہاں ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ فرشتے کے آنے سے یکایک تاریکی ہٹنے لگی اور غار منور ہوتی چلی گئی۔ آپ محسوس کرنے لگے کہ کائنات زندگی اور انسان کی حقیقت کا ایک ایک راز آپ ﷺ پر کھلنے لگا۔ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے بشارت سننے کے بعد غار حرا سے واپس گھر تشریف لائے۔

اس واقعے سے آپ پر بہت خوف طاری ہوا۔ اسی حالت میں گھر آئے اور جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے کمل اوڑھا دو۔ آپ کمل اوڑھ کر سو گئے، اٹھے تو جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تمام واقعہ بیان فرمایا۔ جسے سن کر جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو بہت بڑا عیسائی عالم اور درویش تھا۔ ورقہ بن نوفل نے یہ واقعہ سنا تو فوراً بول اٹھا "خدا کی قسم یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا۔"

آغاز نزول قرآن:

نبوت کے چھٹے ماہ بعد ۱۸ رمضان المبارک سن انبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم غار حرا میں مراقبے میں تھے کہ جبرئیلؑ آئے۔ جبرئیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا "اقراء - پڑھ) آپ نے جواب دیا " مَا انَا بِقَارِیٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تین بار فرشتے نے اپنا سوال دہرایا اور تین مرتبہ آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے اقرا باسم ربك الذی خلق پانچ آیتیں شروع کی پڑھیں۔ آپ ﷺ کو یقین ہوگیا کہ یہ کلام ان کے رب کی طرف سے ہے۔ آپ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

خفیہ دعوت کا آغاز:

پہلی وحی کے چند روز بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ یَا ایھا المدُثر۔۔۔ ان آیات میں آپ کو دعوت حق دینے کا حکم تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تبلیغ اسلام کا آغاز کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد آپ ﷺ کے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ پھر آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دنوں آں حضرت ساتھ ہی رہتے تھے۔ ان کی عمر دس سال کی تھی' وہ بھی باوجود اپنی کم سنی کے آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

آہستہ آہستہ اس خاموش خفیہ تبلیغ کا سلسلہ وسیع ہونے لگا۔ ابتدائی سالوں میں پندرہ بیس آدمی مسلمان ہوئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف' حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ' بن الجراح' حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ' حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث' حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید اور ان کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن غیسہ' حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید' حضرت عمار رضی اللہ عنہ ' حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن الارث' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون' حضرت صہیب رومی اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ مخزومی نے دعوت اسلام قبول کی۔

Marfat.com

اس زمانے میں تمام مسلمان حضرت ارقم مخزومی کے گھر جمع ہوئے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لاتے اور سب کو دین کی تعلیم دیتے۔ اس تین سالہ دور میں تقریباً چالیس افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

دعوت عشیرہ:

وانذر عشیر تك الاقربین (شعراء)

(اور اپنے عزیزوں اور خاندان والوں کو ڈرائیے)

حکم خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کی دعوت کی اور کھانے سے فارغ ہونے پر لوگوں کو حق کی طرف بلایا۔ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا۔ یہ سن کر تمام مجلس میں سناٹا چھا گیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا "گو مجھ کو آشوب چشم ہے' میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میں سب سے کم عمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔" قریش کے لئے یہ ایک عجیب منظر تھا کہ دو شخص جن میں ایک تیرہ سالہ نوجوان ہے دنیا کی تقدیر پلٹنے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس بات پر حاضرین مجلس کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور چالیس ہاشمی جو شریک دعوت تھے اٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔

اسلام کی دعوت عام:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِين (الحج)

(آپ ﷺ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے سب کے سامنے بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔)

ارشاد خداوندی کے مطابق گھر' احباب اور خاندان کو دعوت اسلام دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اہل مکہ سے خطاب کرنے کے لئے کوہ صفا پر تشریف لائے اور بلند آواز سے مکہ والوں سے مخاطب ہوئے۔ اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوہ صفا پر دیکھ کر وہاں پہنچے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ لوگ مجھے سچا سمجھتے ہیں یا جھوٹا؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا "آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ ہم نے کبھی جھوٹی بات آپ ﷺ کی زبان

Marfat.com

سے نہیں سنی۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں کوہ صفا پر کھڑا ہوں اور دونوں طرف کا منظر میرے سامنے ہے۔"

میں اگر تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کی دوسری طرف سے ایک مسلح لشکر حملہ آور ہوتا دکھائی دیتا ہے تو آپ میرا یقین کریں گے۔" سب نے ایک بار پھر مل کر کہا کہ "ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات دل و جان سے درست مان لیں گے۔" تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تو سنو! میں خدا کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جس طرح کوہ صفا پر کھڑا پہاڑ کے دونوں طرف دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح اللہ کا رسول ہونے کی وجہ سے دونوں جہاں بھی میری نظروں کے سامنے ہیں۔ دیکھو! اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اگر تم لوگ ایمان نہ لائے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔"

ان الفاظ کا سننا تھا کہ قریش مکہ بگڑ گئے اور ناراض ہو کر واپس گھروں کو چل دیئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تایا ابولہب بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ وہ بھی آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہوا واپس لوٹ گیا۔

حرم میں اسلام کا اعلان:

اب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے بڑھ چکی تھی۔ چنانچہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کر دیا۔ یہ کفار مکہ کے نزدیک حرم کعبہ کی توہین تھی۔ اس پر ایک ہنگامہ بپا ہو گیا اور کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارنے پر تل گئے۔ حضرت حارث بن ابی ہالہ حرم کعبہ کے نزدیک ہی رہتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو دوڑے آئے اور کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ اسلام کے پہلے شہید ہیں۔

قریش کی دشمنی:

قریش مکہ کعبہ کے متولی تھے۔ کعبہ پر جو نذرانے چڑھائے جاتے وہ بھی انہی کے ہاتھ آتے تھے۔ اسلام کی ترقی سے انہیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ عرب میں ایک عرصے سے بت پوجے جا رہے تھے اور خود کعبہ میں تین سو ساٹھ

Marfat.com

بت پوجے جارہے تھے جن میں ہبل سب سے بڑا بت تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کرنے کی تبلیغ کی تو قریش بت پرستی کی مدافعت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

اسلام سب آسمانی مذاہب کو درست اور ان کے پیغمبروں کو سچا کہتا تھا۔ عربوں کو عیسائیون سے سخت نفرت تھی۔ کیوں کہ یمن کا گورنر ابرہہ جو کعبے کو ڈھانے کے لئے آیا تھا وہ عیسائی تھا۔

اسلام اور عیسائیت میں اکثر باتیں ملتی جلتی تھیں۔ یہاں تک اس وقت اسلام کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا۔ اس لئے قریش کو خیال پیدا ہوا کہ شاید آں حضرت عیسائیت پھیلانا چاہتے ہیں۔

بنوہاشم اور بنوامیہ قریش کے دو بڑے حریف قبیلے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی دانائی {۱۵} اور مضبوط خاندان کی وجہ سے بنوامیہ پر برتری حاصل تھی۔ لیکن ان کے بعد وہ پہلی سی بات نہ رہی۔ بنوامیہ روز بروز طاقت پکڑ رہے تھے۔

اب جو بنوہاشم کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس میں ایک نبی مبعوث ہوگیا تو اس سبب سے بنوامیہ کا قبیلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر تل گیا۔

اہل مکہ طرح طرح کی برائیوں میں گرفتار تھے۔ ابولہب جیسا سردار عیاش ہونے کے ساتھ ساتھ چور بھی تھا۔ جھوٹ' دغابازی' چغل خوری اور بدچلنی عام تھی۔ غرض دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو اہل مکہ میں نہ پائی جاتی ہو۔ اسلام نے ان برائیوں کو چھوڑنے کی تعلیم دی جس سے وہ اسلام کے خلاف ہوگئے۔

ان اسباب نے قریش کے سینوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دشمنی اور حسد کی آگ بھڑکا دی تھی۔ وہ اسلام کو مٹانے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناکام بنانے پر تل گئے تھے۔

قریش کی مسلمانوں پر سختیاں:

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ اسلام کی دعوت شروع کی تو قریش کے چند بڑے بڑے آدمیوں نے آپ ﷺ کے تایا ابوطالب سے آکر شکایت کی۔

Marfat.com

ابوطالب نے انہیں سمجھا بجھا کر اور تسلی دے کر رخصت کر دیا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد میں روزبروز اضافہ ہو رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ پہنچ کر تبلیغ اسلام فرما رہے تھے۔ اس لئے قریش کے سرکردہ افراد کا ایک وفد دوسری دفعہ ابوطالب کے پاس آیا۔ انہوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے خداؤں کی بے عزتی کرتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کو گم راہ اور ہمیں بے وقوف قرار دیتا ہے۔ اس لئے یا تو تم ایک طرف ہو جاؤ ورنہ ہمیں تمہاری بھی خبرلینا پڑے گی۔ {۱۹} ابوطالب نے سوچا کہ اب بات بہت بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ ابوطالب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہا "بھتیجے! تم مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکو۔" آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا آخری دنیاوی سہارا بھی ڈول گیا ہے تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تایا ابوطالب کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "خدا کی قسم۔ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر دے دیں۔ تو بھی میں اپنا فرض انجام دینے سے باز نہ آوں گا۔ اللہ تعالیٰ یا تو اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا۔"

یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ایسے مؤثر انداز میں فرمائے تھے کہ ان سے ابوطالب کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور انہوں نے کہا "بیٹا! جاؤ' اپنے کام میں لگ جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

قریش نے جب دیکھا کہ ابوطالب کو دھمکی دینے کا طریقہ بھی کارگر ثابت نہیں ہوا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی طرح بھی اسلام کی تبلیغ ترک نہیں کر رہے تو انہوں نے ایک نئی چال چلی۔ انہوں نے ایک سردار عتبہ بن ربیعہ کو بھیجا۔ اس نے آں حضرت کی خدمت میں جا کر کہا۔ "کہیے آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ کسی بڑے گھرانے میں آپ کی شادی ہو جائے تو ہم اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم خزانہ جمع کئے دیتے ہیں۔ اگر آپ قوم کی سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار تسلیم کرتے ہیں اور اگر آپ ﷺ پر کسی جن بھوت کا سایہ ہے تو ہم کسی کاہن کو بلا کر علاج کرا دیتے ہیں۔" جب عتبہ اپنی بات ختم کر چکا تو اس کے جواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی سورہ سجدہ

Marfat.com

کی چند آیات پڑھیں۔ "کہہ دے کہ کیا تم لوگ خدا کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کی۔ اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو۔ وہی سارے جہاں کا پروردگار ہے۔"

عتبہ جب قریش کے پاس واپس گیا تو اس نے جاتے ہی کہا کہ "محمد ﷺ نے جو کچھ میرے سوالوں کے جواب میں کہا ہے۔ وہ شاعری نہیں کچھ اور ہی چیز ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر عرب پر غالب آگئے تو تمہاری ہی عزت ہے۔ ورنہ عرب خود ان کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔ قریش نے یہ کہہ کر عتبہ پر بھی محمد ﷺ کا جادو چل گیا۔" اس کی رائے کو ٹھکرا دیا۔

اس کے بعد قریش آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں اور تکلیفیں دینے پر تل گئے۔ وہ خدا کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش برساتے رہے' گالیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے اور طوفان بدتمیزی بپا کیے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فَاصْدَعْ بِمَا تُوْمَرُوَ اَعْرِضْ عَنِ الجَاھلین فرماتے رہے۔

قریش کی آتش انتقام صرف آپ ﷺ کی ایذا رسانی سے ٹھنڈی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ غریب مسلمان بھی ان کے غیض و غضب کا نشانہ بنتے تھے۔ وہ جس غریب مسلمان کو دیکھتے' اسے پکڑ لیتے اور مختلف طریقوں سے اسے ایذیتیں پہنچاتے۔ کسی کو گرم ریت پر لٹاتے اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ کروٹ نہ بدل سکے' کسی کے جسم کو گرم لوہے سے داغتے اور کسی کو گرم پانی میں ڈبکیاں دیتے۔

مردوں کے علاوہ قریش مسلمان عورتوں کے ساتھ بھی ایسا وحشیانہ سلوک کرتے اور انہیں ظالمانہ سزائیں دیتے تھے جن کے تحریر کرنے سے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہجرت حبشہ:

مسلمانوں پر جب قریش کے ظلم و ستم بہت بڑھ گئے اور اہل اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک حبش کی طرف ۵ نبوی میں صحابہ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس طرح ۵ بعثت میں گیارہ مسلمان مردوں اور عورتوں کا

Marfat.com

قافلہ جدہ کی بندرگاہ کے ذریعے ملک حبش پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس قافلے کے سردار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان تھے اور آپ کی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ساتھ تھیں۔

قریش کو اس قافلے کے بچ نکلنے کا بڑا افسوس تھا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ ستم ڈھانے شروع کر دیے۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس دفعہ تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں پر مشتمل کارواں مکہ سے نکل کر حبشہ پہنچا۔ اس کارواں کے سردار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابوطالب تھے اور ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس بھی تھیں۔

اس وقت ملک حبش میں نجاشی ایک عیسائی حکمران تھا۔ اس کے عدل و انصاف کا پورے ملک میں چرچا تھا۔ مسلمانوں کے قافلے کا ملک حبش پہنچ جانا قریش کی ساکھ کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس لئے قریش نے ایک طرف تو مکہ میں رہنے والے مسلمانوں پر پہلے سے بھی بڑھ کر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے اور دوسری طرف ایک وفد ملک حبش بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ وفد بڑی دھوم دھام سے حبش کو روانہ ہوا۔

قریش کی یہ سفارت نجاشی کے دربار میں پہنچی اور اپنے ملک سے بھاگے ہوئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے حوالے کرنے کی درخواست کی۔ نجاشی نے صورت حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بادشاہ سے بات چیت کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مختصر مگر مؤثر تقریر کی۔ پہلے عرب کے زمانہ جاہلیت کی حالت، پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسب و نسب بیان کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور بعد میں آپ ﷺ کی تعلیم مختصر طور بتائی۔ اس کے بعد قریش کے وحشیانہ سلوک کو ہجرت حبشہ کا سبب قرار دیا۔

نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی باتیں بڑے غور سے سنتا رہا۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بات ختم کی تو نجاشی نے کہا "جو کلام تمہارے نبی پر نازل ہوا اس کا کچھ حصہ سناؤ۔" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی چند آیات تلاوت کیں۔ نجاشی

Marfat.com

تلاوت سن کر بے خود ہوگیا اور اس نے اسے نورِ الٰہی قرار دیا۔ نجاشی نے قریش کے وفد کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو بخوشی اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔

حضرت حمزہ کا قبول اسلام:

حضرت حمزہ رضی عنہ آپ ﷺ کے چچا تھے۔ آپ ﷺ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔ وہ آپ کے ہم عمر تھے اور ثویبہ {۲۰} کا دودھ پینے کے لحاظ سے آپ رضاعی بھائی بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شکار سے خاص لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر روز صبح سویرے تیر و کمان ہاتھ میں لے کر جنگل کی طرف نکل جاتے اور شام کو واپس لوٹتے۔ پہلے کعبہ میں جاکر اس کا طواف کرتے پھر حرم میں بیٹھے ہوئے قریش سرداروں کی مزاج پرسی کرتے۔ اسی طرح ان کی سب کے ساتھ دوستی تھی اور ہر کوئی ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

ایک روز ابوجہل نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سخت بدزبانی کی اور ایک پتھر سر پر دے مارا جس سے آپ لہولہان ہوگئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی یہ سب ماجرا کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے تو لونڈی نے ان سے سارا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا۔ اسی حالت میں تیر کمان لئے ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان رسید کی کہ وہ زخمی ہوگیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور کہا "بھتیجے، تم کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔" آپ ﷺ نے فرمایا "چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی وقت بول اٹھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام {۲۱}:

کفار مکہ میں عمرو بن ہشام رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب بہت بااثر تھے۔

Marfat.com

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب العالمین دو "عمر" میں سے ایک کو اسلام کے لئے قبول فرمالے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی اور رحمت خداوندی نے عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کو قبول فرمالیا۔

ایک دن ابوجہل نے کفار مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے لوگو! محمد ﷺ تمہارے دین کو طعنہ دیتا' تم کو جھوٹا تمہارے خداؤں' کو برا اور تمہارے باپ داداؤں کو جہنمی بتاتا ہے۔ وہ ہماری' ہمارے باپ داداؤں اور خدا کی ذلت اور توہین کرتا ہے۔ جو شخص تم میں سے اس کو قتل کرے گا' میں اس کو سو سرخ بالوں والے اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی سونا انعام دوں گا۔" مجمعے میں سے عمر بن الخطاب اٹھے' ابوجہل سے کعبہ کے بڑے بت ہبل کے سامنے انعام کا وعدہ پکا کرایا اور تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیئے۔ راستے میں نعیم رضی اللہ عنہ بن عبداللہ ملے۔ آپ نے عمر کے تیور دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے۔ "قتل محمد ﷺ کے لئے محمد ﷺ کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا عمر کس کس کو قتل کرو گے۔ اسلام کا پیغام ہر گھر میں پہنچ چکا ہے۔ تمہارا بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ اور تمہاری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہوچکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر' بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ جاتے ہی بہن اور بہنوئی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم دونوں اپنے دین سے پھر گئے اور محمد ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ بہن چھڑانے لگی تو ان کو بھی جی بھر کر مارا اور دونوں کو لہولہان کر دیا۔ اس کے باوجود آپ کی بہن نے کہا "عمر! جو بن آئے کر' اب ہم اسلام چھوڑنے کے نہیں" یہ سن کر حضرت عمر ٹھنڈے پڑ گئے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو خوف سے چھپ گئے تھے' نکلے۔ حضرت عمر نے کہا اچھا وہ کتاب مجھ کو بھی سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا۔ اس کتاب کو چھونے کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔ جاؤ پہلے وضو کر کے آؤ۔" حضرت عمر نے وضو کر کے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کی اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے دربار رسالت میں لے چلو۔" حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "عمر مبارک ہو۔ اللہ نے اپنے رسول کی دعا قبول کرلی اور تجھے اسلام کے لئے منتخب کرلیا۔"

حضرت عمر اسی حالت میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ بولے مسلمان ہونے کے لئے۔" یہ

Marfat.com

الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلنے تھے کہ مسلمانوں نے خوشی میں بڑے زور سے "اللہ اکبر' کا نعرہ لگایا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔"

آل ہاشم کا بائیکاٹ:

حبشہ سے قریش مکہ کی سفارت ناکام لوٹی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام نے انہیں اور بھی مایوس کر دیا۔ اب قریش نے ماہ محرم ۶ نبوی ﷺ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے خاندان بنوہاشم پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ وہ عاجز آکر حضور ﷺ کی حمایت سے ہاتھ اٹھالیں۔ چنانچہ قریش نے ایک معاہدہ تحریر کیا کہ۔

جب تک محمد ﷺ کے خاندان والے محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لئے ہمارے سپرد نہ کریں۔ اس وقت تک مکہ کے تمام لوگ محمد ﷺ اور ان کے خاندان (بنو ہاشم) سے شادی بیاہ اور کسی قسم کا لین دین نہ کریں گے۔

حضرت ابوطالب کے لئے مشکل تھا کہ اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیں۔ قریش نے معاہدے پر بڑی سختی سے عمل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو ہاشم باقی قبیلوں سے کٹ کر رہ گئے اور نوبت فاقوں تک جا پہنچی۔ چنانچہ حضرت ابوطالب پیارے بھتیجے کی جان بچانے کی خاطر اپنے خاندان بنی ہاشم کو لے کر شعب عبدالمطلب میں رہائش اختیار کرلی۔ یہاں بنوہاشم کو ہر طرح کی تکلیف اٹھانا پڑی۔ نہ کھانے کو تھا اور نہ پہننے کو۔ تین سال ۷ نبوی ﷺ سے ۹ نبوی اسی مصیبت میں بسر ہوئے۔

ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تایا ابوطالب کو بتایا کہ میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ آل ہاشم سے بائیکاٹ کے عہد نامہ کے تمام حروف ختم ہوگئے ہیں۔ سوائے نام محمد ﷺ اور اللہ کے کچھ باقی نہیں۔ یہ خبر جب اہل مکہ تک پہنچی۔ اہل مکہ میں پہلے ہی بعض لوگوں کا اپنے عزیزوں کو اس حالت میں دیکھ کر دل دکھتا تھا۔ وہ سب حرم کعبہ پہنچے اور دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ واقعی عہد نامے کے تمام الفاظ سوائے اللہ اور محمد ﷺ اڑ گئے۔ اس تین سال کے مقاطعے کے بعد بنوہاشم دوبارہ مکہ

Marfat.com

واپس لوٹے۔

عام الحزن:

مکہ میں آنے کے بعد ذرا اطمینان ہوا تھا کہ دو سخت حادثے پیش آئے۔ ۱۰ء نبوی ﷺ میں آپ کے مہربان تایا ابوطالب{۲۴} کا انتقال ہوگیا اور تین دن کے بعد آپ ﷺ کی غمگسار رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ ان دونوں کی وفات سے آپ ﷺ کو اس قدر رنج پہنچا کہ آپ ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

مصیبت کا زمانہ:

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کفار کے حوصلے بڑھ گئے۔ اب ان کی بے باکی اور سفاکی یہاں تک پہنچ گئی کہ نبی اکرم ﷺ قرآن پڑھتے تو یہ لوگ گالیاں دیتے' آوازے کستے۔ نماز کی حالت میں گندگی پھینکتے۔ راہ چلتے آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتے۔ آپ ﷺ کے گھر جا کر ہنڈیاں پلٹ دیتے۔ آپ ﷺ صرف اتنا کہہ کر چپ رہ جاتے! اے بنو عبد مناف یہ کیسا پڑوس ہے۔ علامہ شبلیؒ سیرت النبی جلد اول میں اس مصیبت کے زمانے کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ابوطالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا۔ اب وہ نہایت بے رحمی اور بے باکی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر فرق مبارک پر خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں آپ گھر تشریف لائے۔ آپ کی صاحب زادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں۔ آپ کا سر دھوتی تھیں اور جوش محبت سے روتی جاتی تھیں۔ اسی طرح آپ ﷺ ایک دفعہ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ روسا قریش بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ مع نجاست اٹھا لاتا۔ تاکہ جب محمد ﷺ سجدہ میں جاتے تو ان کی گردن پر ڈال دیتا۔ عقبہ نے کہا یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اوجھ لا کر آپ ﷺ کی گردن پر ڈال دی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی۔ وہ اگرچہ اس وقت پانچ چھ برس کی تھیں لیکن

Marfat.com

جوشِ محبت سے دوڑی آئیں اور ادجھ کو ہٹا کر سب کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔" اس پر آپ ﷺ نے دل برداشتہ ہو کر کسی اور علاقے کے لوگوں میں خدا کا پیغام پہنچانے کا عزم کیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

گھر بار اور بچوں کی دیکھ بھال سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ذمے لے رکھی تھی لیکن آپ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد یہ بار بھی آپ ﷺ کے کندھوں پر آپڑا تھا۔ چنانچہ خولہ رضی اللہ عنہ بنت حکیم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کے والد کو جا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کا پیغام دیا جسے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد نے قبول کرلیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے چار سو درہم حق مہر باندھ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہ مزاج کی تیز تھیں اور بعض اوقات ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی تھیں۔ مگر ظرافت کا عمدہ ذوق پایا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر آپ کی گفت گو سن کر مسکرا دیتے۔ نکاح کے وقت امیرالمومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر پچاس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تیرہ سال تک زندہ رہیں اور ۲۳ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

عقد خباب عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے کچھ دن بعد شوال ۱۰ نبوی ﷺ میں ہوا۔ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھے برس تھی رخصتی تین سال بعد مدینہ میں واقع ہوئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اداس رہنے لگے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس رنج کو دور کرنے کا ذریعہ شادی میں سوچا اور اپنی دخترِ نیک اختر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس شادی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ قرابت رسول کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ اللہ کا رنج و غم دور ہو جائے اور تبلیغ کا کام نہ رکے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چاہتے تھے کہ ایک ہونہار کم سن رفیقہ حیات دین کو سیکھ کر فروغ

Marfat.com

اسلام کا ذریعہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا چوتھائی حصہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے محفوظ ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اڑتالیس سال تک زندہ رہیں۔ اس طرح آپ نے چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا اور ۵۸ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

سفر طائف:

مکہ والے جب اوچھے ہتھ کنڈوں پر اتر آئے تو آپ ﷺ اپنے غلام زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ہم رہ لے کر طائف پہنچے۔ طائف مکہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب علاقہ تھا جس کا مشہور شہر طائف تھا۔ آپ ﷺ وہاں کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک نے طنزاً کہا کہ۔۔۔۔۔۔ "آپ ﷺ کے سوا خدا کو رسالت کے لئے کوئی اور نہیں ملا۔ دوسرے نے کہا۔۔۔۔۔۔" خدا کی قسم میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا' کیونکہ اگر تم پیغمبر خدا ہو تو تمہارا انکار کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ تیسرے نے کہا "اگر تم نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو تم اس لائق نہیں کہ میں تم سے بات کروں۔" پھر پیغمبر خدا ان کے پاس سے اٹھ آئے لیکن انہوں نے شہر کے جاہل اور بدمعاش لونڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ یہ تین میل تک آپ کے تعاقب میں رہے اور پتھر برساتے رہے۔ آپ ﷺ شدید زخمی ہوئے۔ زیادہ خون بہہ جانے سے آپ ﷺ بے ہوش ہوگئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر عقبہ بن ربیعہ کے باغ میں لائے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے طائف والوں کے لئے "اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیَ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" ہدایت کی دعا مانگی۔

عتبہ کافر ہونے کے باوجود شریف آدمی تھا۔ جب اس نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنے غلام عداس کو انگور دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے شروع کئے تو عداس کو تعجب ہوا۔ عداس نینوا کا باشندہ تھا۔ وہاں حضرت یونس علیہ السلام کی تعلیم کی بدولت اہل علم "بسم اللہ" پڑھتے تھے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کی "اللہ

Marfat.com

کی قسم! اس شہر میں ایسا رواج نہیں۔" آپ ﷺ نے عداس سے پوچھا "تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے۔" اس نے جواب دیا "میں نینوا کا رہنے والا اور مذہبا عیسائی ہوں۔" یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نینوا جہاں اللہ کے بندے حضرت یونس علیہ السلام رہا کرتے تھے۔" عداس نے تعجب سے پوچھا "آپ ﷺ کو کیا خبر کہ یونس علیہ السلام کون تھے" آپ ﷺ نے فرمایا "وہ میرے بھائی تھے۔ وہ اللہ کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔" یہ سن کر اس نے بے اختیار آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور ہاتھوں اور سر کو چوما۔

عتبہ دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب عداس واپس گیا تو اس نے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا۔ اس نے کہا یہ اللہ کے نبی ہیں اور ان سے بہتر روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ عتبہ نے عداس کو ڈانٹ دیا اور کہا اپنا دین مت چھوڑنا' تیرا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔

طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے وادی' نخلہ میں آرام فرمایا۔ آپ ﷺ وہاں سوز و گداز سے قرآن کی تلاوت فرمانے لگے کہ چند جن حاضر خدمت ہوئے اور قرآن پاک کو سن کر ایمان لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور اپنی قوم میں جا کر نور اسلام پھیلانے کی ہدایت فرمائے۔

معراج:

۲۷ رجب ۱۲ ان کی رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تایا زاد بہن ام ہانی کے ہاں آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام زرق برق لباس پہنے پوری سج دھج سے ایک براق لئے حاضر ہوئے۔ ان کی تیاری بتا رہی تھی کہ آج کسی اہم ذات سے ملاقات کے لئے کسی خاص مقام کی طرف روانہ ہونا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براق پر سوار کیا اور خود ساتھ ہو لئے۔ سفر کی ابتدا مکے سے ہوئی' راستے میں کوہ طور سے گزرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام المرسلین بنے اور پھر وہاں سے معراج شروع ہوا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور

Marfat.com

دوسرے آسمان سے ساتویں آسمان حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور کئی دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سدرۃ المنتہیٰ میں جبرئیل علیہ السلام کو چھوڑتے ہوئے عرش معلیٰ تک پہنچے اور "قاب قوسین" کا شرف حاصل کیا۔ وہاں جو وحی ہوئی وہ اللہ اور اللہ کا رسول ہی جانتا ہے ہم اتنا جانتے ہیں کہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ کے پاس حضوری تھی۔ اس حضوری میں سب سے بڑا تحفہ نماز کا ملا۔ نماز مومن کے لئے معراج اور حضوری کا ذریعہ ہے۔

معراج کا واقعہ چونکا دینے والا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اس واقعے کو "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے شروع کیا۔ مکے سے بیت المقدس تک آنے جانے میں دو ماہ لگتے تھے اور بیت المقدس سے بیت معمورہ تک کا سفر لامحدود عرصے کا تھا۔ بھلا یہ ایک رات میں کیوں کر ممکن ہوا؟ اس سوال سے کئی عقل مندوں کے ایمان ڈول گئے لیکن تصدیق کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صدیق بن گئے۔

معراج {۲۶} بدن اور روح کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے سے بیت المقدس کی سیر کے دوران میں ایک قافلے کے گم شدہ اونٹ کا سراغ بتایا اور دوسرے قافلے والوں سے پانی لے کر پیا اور پانی کے برتن کو ڈھک دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تجارتی قافلے کے بدھ تک پہنچنے اور ان سے گم شدہ اونٹ کا پتا بتانے والے واقعے کی تصدیق کرنے کے لئے کہا۔ جب بدھ کا دن آیا تو اتفاق سے قافلہ نہ پہنچا اور آفتاب غروب کے قریب ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حکم خداوندی سے آفتاب کچھ دیر غروب ہونے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ ﷺ کی دی ہوئی خبر کے مطابق بدھ شام کو پہنچ گیا اور اس نے واقعے کی تصدیق کر دی۔

یثرب کے وفد کا قبول اسلام:

اا ان کے موسم حج میں قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ آئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں قبائل میں تبلیغ اسلام کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ ان

Marfat.com

لوگوں کے پاس تشریف لئے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے قرآن حکیم تلاوت کرنے کے بعد بتایا "اے لوگو! میں خدا کا رسول ﷺ ہوں۔ سوائے خدا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔" ان چھے خوش نصیبوں کی سمجھ میں باتیں آگئیں اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگا "خدا کی قسم یہ وہی نبی ہے جن کا ذکر اکثر یہود کیا کرتے ہیں۔"

جب وہ چھے خوش نصیب یثرب واپس لوٹے۔ تو ہر ایک کو یہ خوش خبری سناتے پھرتے کہ وہ نبی برحق جس کا دنیا کو انتظار تھا وہ مکہ میں آگیا ہے۔ ہم اس کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر چکے ہیں۔ اس طرح اہل یثرب کا آپ ﷺ سے ملاقات کا اشتیاق بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

یثرب کے وفد نے یثرب کے گھر گھر میں آں حضرت ﷺ کا مبارک ذکر پہنچا دیا اور ہر دل میں حضور ﷺ کے دیدار کی خواہش مچلنے لگی۔ چنانچہ اگلے سال ۱۲ان میں بارہ آدمی دربار رسالت میں حاضری کے لئے مکہ آئے۔ انہوں نے عقبہ میں پڑاؤ کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ بارہ آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور تاریخ میں یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلائی۔ جب یہ واپس جانے لگے تو ان لوگوں نے کہا یارسول اللہ! کسی ایسے آدمی کو آپ ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو ان لوگوں کے ساتھ کر دیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے۔ یثرب میں بڑی محنت سے دین کا کام کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں بہت سے لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوگئے۔

بیعت عقبہ ثانی:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی ان تھک تبلیغی کوششوں سے اسلام کا چرچا یثرب کے تمام قبائل میں پھیل گیا۔ جس کے نتیجے میں ۱۳ان میں قبیلہ اوس اور خزرج کے بہتر مرد اور دو عورتیں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان کے ہم راہ حج کی ادائی کے لئے مکہ

Marfat.com

مکرمہ پہنچے اور عقبہ میں پڑاؤ کیا۔ آپ ﷺ ان لوگوں سے عقبہ میں ملے' انہیں اللہ کا حکم سنایا' دین اسلام کی خوبیاں بتائیں' برائیوں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ یہ تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور درخواست کی کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں۔

اس وقت حضرت عباس (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) بھی موجود تھے۔ انہوں نے اہل یثرب سے کہا۔ "لوگو! محمد ﷺ یہاں ہمارے پاس آرام اور عزت سے رہ رہے ہیں۔ ہم دشمنوں سے ان کی حفاظت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں۔ اب تم لوگ محمد ﷺ کو اپنے یہاں بلانا چاہتے ہو اور وہ تمہارے پاس جانا بھی چاہتے ہیں۔ جانتے ہو ان کو اپنے ہاں لے جانا پورے عرب کو جنگ کی دعوت دینا ہے۔ اگر تم ان کا مقابلہ کرسکتے ہو تو محمد ﷺ کو لے جاؤ ورنہ جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہہ دو۔"

جب حضرت عباس نے اپنی بات پوری کرلی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خدا کا کلام پڑھ کر سنایا جس کے سنتے ہی ان کے دل نور ایمان سے روشن ہوگئے۔ پھر سب لوگوں نے یک زبان ہو کر دربار رسالت میں عرض کی۔ "خدا کے نبی ﷺ' ہمارے شہر میں چل کر بسیے۔ ہم اپنی جانیں آپ ﷺ پر نثار کردیں گے۔"

اپنی طرف سے پورا اطمینان دلانے کے بعد ایک سردار نے ادب سے عرض کیا: ہم خدا کے رسول سے اس بات کی تسلی چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کبھی ہم کو چھوڑ نہ دیں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ نہیں۔ میرا جینا' میرا مرنا' تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانی کہا جاتا ہے۔ اس بیعت میں آپ ﷺ نے لوگوں سے ان سات باتوں کا وعدہ کیا۔

۱۔ بتوں کو نہ پوجیں گے۔

۲۔ جھوٹ نہ بولیں گے۔

۳۔ کسی پر کوئی تہمت نہ لگائیں گے۔

۴۔ چوری اور زنا نہ کریں گے۔

۵۔ کسی کی چغلی نہ کھائیں گے۔

۶۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

۷۔ اپنے نبی ﷺ کا حکم مانیں گے۔

Marfat.com

عہد لینے کے بعد آپ ﷺ نے بارہ آدمیوں کا انتخاب کرکے انہیں یثرب میں نقیب مقرر کیا تاکہ واپس جا کر اسلام کی اشاعت کریں۔

قریش کو اس واقعے کی خبر کئی دن بعد ہوئی۔ اب وہ اور بھی برہم ہوئے اور مسلمانوں کو دستانے کے نئے نئے ڈھنگ سوچنے لگے۔ آپ نے قریش کے بڑھتے ہوئے مظالم دیکھ کر مسلمانوں کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمان سارا مال و اسباب مکہ میں چھوڑ کر یثرب جانے لگے۔

شہادت کی سازش:

جب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم یثرب پہنچ گئے اور مکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رہ گئے تو کفار مکہ نے اس موقعے کو غنیمت جانا اور آپ ﷺ کی شہادت کا منصوبہ بنایا۔ قریش کے سرکردہ رؤسا دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ ہر ایک نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی تجویز پیش کی، لیکن ہر تجویز کسی نہ کسی خامی کی بنا پر رد کی جاتی رہی۔ آخر ابوجہل نے ایک تجویز پیش کی جس کے ساتھ سب نے اتفاق کیا۔ اس نے کہا کہ "ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر لیا جائے اور وہ سب آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیں، اور جب آپ کسی ضرورت سے گھر سے نکلیں تو یک بارگی حملہ کرکے انہیں شہید کردیں۔ اس طرح بنوہاشم آپ ﷺ کی شہادت کی ذمہ داری کسی قبیلے پر نہیں ڈال سکیں گے اور وہ خون بہا لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

کاشانہ نبوت کا محاصرہ:

ابوجہل کے اس شیطانی منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ایک رات کا تعین کرکے سب قبیلوں کے سورما ہاتھ میں تلواریں لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ ادھر کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو اپنے محاصرہ میں لیا ادھر خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔ حکم خداوندی ملنے پر آپ ﷺ نے دیکھا کہ کفار ننگی تلواریں لئے چاروں طرف محاصرہ کئے کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا "مجھے ہجرت کا حکم مل چکا ہے۔ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور لوگوں کی امانتیں واپس لوٹا کر تم

Marfat.com

بھی یثرب چلے آنا۔" اس ارشاد کے بعد حضرت علی نہایت اطمینان کے ساتھ آپ ﷺ کے بستر پر سو گئے۔

کفار کو گھر کا محاصرہ کیے کافی رات گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بے خبر کر دیا۔ حضور ﷺ بڑے اطمینان سے رات کی تاریکی میں سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ کعبے پر نظر ڈالی اور فرمایا: مکہ تو مجھے تمام دنیا سے عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔" آپ ﷺ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور انہیں حکم الٰہی کی اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی ہجرت کے منتظر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام اثاثہ چھ ہزار درہم اور ستوؤں کا تھیلا اپنی کمر سے باندھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو لئے۔

غار ثور میں قیام:

جبل ثور مکہ سے تقریباً پانچ میل دور جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس ویران پہاڑ میں ایک تنگ غار ہے۔ جو غار ثور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہ خاص و عام ہے۔ مکے سے یثرب شمال کی طرف ہے اور قریش کا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے اپنا سفر شمال ہی کی صرف شروع کیا ہوگا۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے سفر کا آغاز سمت مخالف سے کیا اور حضرت ابوبکر صدیق کو لے کر غار ثور میں پناہ لی۔

ایک دن قریش تلاش کرتے کرتے غار ثور کے عین قریب آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دشمنوں کی آہٹ پا کر گھبرا گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔" کہتے ہیں کہ غار کے دہانے پر قدرت حق سے فوراً ایک درخت اگا اور اس کی ٹہنیاں پھل کر غار کے منہ پر پھیل گئیں۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور درخت پر گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے۔ مشہور ہے کہ حرم کے کبوتر انہی کی نسل سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے یار غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن اور تین راتیں غار ثور میں پوشیدہ رہے۔ رات کی تاریکی میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ آکر کھانا دے جاتیں اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کی

Marfat.com

کارروائی بتا جاتے۔ شام کے وقت عامر بن فہیرہ ریوڑ ہانکتا ہوا یہاں لے آتا اور دودھ دے جاتا۔

چوتھے روز آپ ﷺ غار سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ اریقط' ایک کافر' جس پر اعتماد تھا' اجرت پر رہنمائی کے لئے مقرر کر لیا تھا۔ آپ ﷺ کے لئے تین سواریاں لے کر غار کے قریب پہنچ گیا۔ حضور ایک ناقہ پر سوار ہوئے دوسری پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور تیسری پر عبداللہ بن اریقط سوار ہوا۔ رہبر نے یثرب جانے کے لئے وہ راستہ اختیار کیا جس پر آمدروفت بہت کم ہوتی تھی۔ یوں یکم ربیع الاول ۱۳ کو یہ کارواں یثرب کی طرف چل نکلا۔

سراقہ کا تعاقب:

کفار جب بھاگ دوڑ کرنے کے بعد تھک ہار گئے تو انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کی گرفتاری کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ اس مقدس قافلے کی تلاش میں نکلنے والوں میں سراقہ بن جعشم بھی تھا۔ وہ انعام کے لالچ میں اپنا نیزہ لہراتا اور گھوڑا اڑاتا ہوا کارواں کے قریب جا پہنچا لیکن اس کے گھوڑے نے کئی ٹھوکریں کھائیں۔ حملہ کرنے کو تھا گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ دو تین بار کی ناکامی کے بعد اپنا ارادہ ترک کر کے معافی کا طالب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی درخواست منظور کرتے ہوئے اس کو امان نامہ تحریر کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے سراقہ کو ایک بشارت بھی دی کہ اے سراقہ رضی اللہ عنہ !{۲۷} اس دن تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ سراقہ امان لے کر اس وعدے پر واپس ہوا کہ وہ بھید نہیں کھولے گا۔ واپسی پر اسے جو تلاش کرنے والے ملے' اس نے انہیں راستے سے پھیر دیا۔

ام معبد کے ہاں قیام:

یہاں سے چل کر یہ کارواں ام معبد کے خیمے میں ٹھہرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام معبد سے دریافت فرمایا کہ "تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔" ام معبد نے عرض کیا۔ "خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم دل و جان سے آپ ﷺ کی نذر

Marfat.com

کرتے۔" آں حضرت نے خیمے کے پاس ایک بکری دیکھی۔ آپ ﷺ نے ام معبد سے پوچھا۔ "یہ بکری کیسی ہے؟" ام معبد نے عرض کیا۔ "یہ بکری کم زوری کے باعث ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی اور اس کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ تین مرتبہ سے ایک برتن بھر کر خود پیا، ساتھ والوں کو پلایا اور ام معبد کے لئے چھوڑ دیا۔

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

بریدہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ وہ قریش کی طرف سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرفتاری پر سو اونٹ انعام کا اعلان سن کر ستر آدمی لے کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا۔ اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال و جواب کئے۔ پھر کلام الٰہی اور آپ ﷺ کی شخصیت سے متاثر ہو کر اپنے ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ بریدہ اسلمی نے اپنی پگڑی اتار کر نیزے پر باندھ کر اسے علم بنا لیا اور قافلے کے آگے آگے چلنے لگا۔ بریدہ اسلمی کا یہ پھریرہ تحریک اسلامی کا اولین جھنڈا شمار ہوتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبا میں آمد:

قبا یثرب سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے۔ وہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قافلہ ۸ ربیع الاول ۱۳ ن بروز دو شنبہ (اھ، ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) کو قبا میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رئیس کلثوم بن عدم کے مہمان بنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کی آمد کے تین دن بعد قبا میں پہنچ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر انصار ہر طرف سے قبا آنے لگے۔

قبا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ روز قیام فرمایا۔ یہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد قبا یا مسجد تقویٰ کہلائی۔ جمعہ کے روز وادی کے مرکزی شہر یثرب کی طرف کوچ فرمایا۔ رستے میں بنو سالم کے گھروں تک پہنچنے پائے تھے۔ کہ نماز جمعہ کا وقت ہوگیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ یہ اسلام میں پہلی باجماعت نماز جمعہ تھی۔

Marfat.com

باب سوم

تعلیمات مکی دور

قرآن مجید:

قرآن مجید آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا اور قیامت تک زندہ و جاوید رہنے والا معجزہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء نے جو اپنے آپ کو عرب اور باقی تمام ممالک کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔ جب قرآن حکیم کی آیات سنیں تو انگشت بدنداں رہ گئے اور آخر انہیں ما ھذا کلام البشر (یہ بندے کا کلام نہیں) کہہ کر اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔

قرآن مجید انسانوں کی رہ نمائی کے لئے خدا کا دیا ہوا دستور حیات ہے۔ اسی دستور حیات کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی تشکیل اور کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن (آپ کا اخلاق قرآن تھا) کی تکمیل ہوئی۔ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۲۳ سال کے عرصے میں نازل فرمایا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موقع دیا کہ آپ ﷺ اپنے اسوہ حسنہ کی تشکیل فرمائیں تا کہ رہتی دنیا تک وہ مثال بن جائے۔ جس طرح اس کلام اللہ پر عمل کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ لافانی بن گیا۔ اس طرح رب کائنات نے اپنے کلام کو بھی بطور سند قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون○

(ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

قرآن مجید کا نزول عرب میں ہوا۔ عرب کا زیادہ علاقہ بے آب و گیاہ صحراؤں پر

Marfat.com

مشتمل تھا۔ یہاں حضری تھوڑے اور بدوی زیادہ تھے۔ اس خطے میں کوئی کشش نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قریب روم اور ایران کی دو بڑی سلطنتیں ہونے کے باوجود کسی کو بھی اسے اپنے زیر تسلط لانے کا خیال نہ آیا۔ اس خطے میں اس کتاب کو ایک ایسا انسان لے کر اٹھا جس نے آنکھ ہی یتیمی میں کھولی تھی۔ وہ جوان ہو کر نہ وہ قوم کا سردار بنا' نہ وہ نامی پہلوان تھا اور نہ ہی اپنے قبیلے کا زبان دار شاعر تھا۔ بلکہ وہ امی تھا اور اس کے پاس نہ دولت و ثروت کے انبار تھے اور نہ ہی برادری کی پشت پناہی تھی۔

اس دور کا معاشرہ رنگ و نسل' حسب و نسب' آقا و غلام اور غریب و امر کی تفریق میں مبتلا تھا۔ جہاں جان و مال اور عزت و آبرو کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ بت پرستی اور اوہام پرستی زوروں پر تھی۔ جس کی منڈیوں میں غلاموں اور عورتوں کی خرید و فروخت کا کاروبار ہوتا تھا۔ سوتیلی ماں وراثت میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کر دینا اور معمولی معمولی باتوں پر صدیوں خون بہائے رہنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سب سے برے معاشرے کا انتخاب کیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید دستور حیات ملا جس پر نبی آخرالزمان نے عمل کر کے دکھایا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں اس معاشرے کی کایا پلٹ دی۔ راہ زن راہ نما' خودسر' تابع فرما اور امی فرماں روا بن گئے۔ "مختصر یہ کہ وحشت' جہالت' توہم پرستی' طرح طرح کے تعصبات پر مبنی معاشرے کو کچھ اس طرح بدلا کہ اب اس میں تہذیب و شائستگی' حکمت و دانش' مساوات انسانی' تعاون و ہمدردی اور اخوت و یگانگت کا دور دورہ ہو گیا اور خدا کی زمین کا نمک وہ لوگ جس طرح کو نکل گئے وہاں کے پورے معاشرے کو اپنے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔"{1}
میر محمد حسین

مکی دور ان سے ۱۳ ان تک ۸۹ سورتیں نازل ہوئیں۔ خفیہ دعوت کے تین سالہ دور میں سورۃ علق' سورۃ فاتحہ' سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل نازل ہوئیں۔ نبوت کے ساتھ ساتھ ہی آپ ﷺ کو نماز کا طریقہ بھی بتایا گیا۔ بعثت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نابالغ تھے اور آپ ﷺ کی سرپرستی میں تھے۔ "ایک دن آں حضور صلعم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز ادا کر رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر سے آگئے۔ آں حضرت ﷺ اور

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رکوع و سجود کرتے اور آیات قرآنی کی تلاوت کرتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوئے اور چپ چاپ پاس ہی کھڑے ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا' سجدہ اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے نبوت کے منصب پر فائز کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو حق کی دعوت دوں۔" (سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صفحہ ۱۸۰)

مکی سورتوں کے مضامین میں ایمانیات: ایمان باللہ' ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ۔ قصص الانبیاء و انباء الرسل اور بنیادی اخلاقیات کی تعلیم و تلقین ہے۔ ان کی تفصیل یوں ہے:

ایمان باللہ:

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔ اللہ ہمیشہ سے ہے' ہمیشہ رہے گا۔ کسی نے اسے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ آپ سے آپ موجود ہے۔ وہ خالق ہے وہی چیزوں کو پیدا کرتا اور عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ جس طرح وہ سب کا خالق ہے۔ اسی طرح وہ سب کا مالک اور سب کا پروردگار بھی ہے۔ وہ ہر بات کو جانتا ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی بھی کام نہیں ہوتا اور کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ ○

ایمان بالرسالت:

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اللہ کی بندگی اور اطاعت کیسے کی جائے اس کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے نیک بندوں کو مبعوث فرماتے رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسانوں کی ہدایت کے لئے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک اپنے احکام بھیجنے کا ذریعہ ہمیشہ انسانوں ہی کو بنایا ہے۔ رسالت اکتساب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ عطیہ خداوندی ہے اور وہبی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ رسالت کسے عطا کرنی ہے اور کون اس معیار پر پورا اترتا ہے۔

Marfat.com

نبی ہر قوم میں آتے رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کے مطابق لوگوں کو تعلیم دیتے رہے اور خود اس کا عملی نمونہ پیش کرتے رہے۔

نبی معصوم ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے ہر وقت شامل حال رہتی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی نگرانی میں نفس اور شیطان کے بہکاوے سے محفوظ رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے نبی کی ذات مقام محمود پر پہنچی ہوئی اور اس کا اسوہ حسنہ قابل تقلید ہوتا ہے۔ نبی کی مکمل اطاعت اور پیروی ضروری ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب رسولوں پر ایمان لانا ایمانیات کا لازمی جزو ہے۔ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔

پہلے نبی کسی علاقے یا کسی مخصوص قوم کی طرف نبی بن کر آتے رہے۔ تاہم انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے کام کو سرانجام دینے کی کوشش کی۔ وہ اللہ کے رسول تھے' اور اب یہ دور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا ہے۔ آپ ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

"اسلامی عقیدہ رسالت کا مفہوم جس بات سے پورا ہوتا ہے اور اپنی مکمل واضح شکل اختیار کرتا ہے۔ وہ ہے آخری رسول' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی اطاعت اور پیروی کو ضروری تسلیم کر لینے کی بات۔ یعنی اصولی حد تک تو آپ ﷺ کو بھی اس طرح اللہ کا رسول مانا جائے جس طرح کہ دوسرں رسولوں کو مانا جاتا ہے۔ اور دوسرے رسولوں کو بھی اس طرح رسول مانا جائے جس طرح کہ آپ ﷺ کو۔۔۔۔ لیکن جہاں تک عملی پیروی کا تعلق ہے اس کے لئے انتخاب آپ ہی کو ہونا چاہئے اور اس یقین کے ساتھ ہونا چاہئے کہ اب آپ ہی کی پیروی ضروری ہے۔ دوسرے تمام رسول اللہ کے "رسول" ہیں۔" اسلام ایک نظر میں۔{ا} مولانا صدر الدین اصلاحی "محمد رسول اللہ"

ایمان بالآخرۃ:

اسلام دو دنیاؤں کا تصور پیش کرتا ہے ایک یہ جہان آب و گل جو ہمارے سامنے ہے۔ اور دوسرا جہاں جس کی خبر پیغمبروں نے دی ہے۔ انسان کی پیدائش ایک متعین

Marfat.com

مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ انسان کی زندگی موت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے بعد بھی مسلسل باقی رہنے والی ہے۔ دوسری دنیا میں "حشر" برپا ہوگا اور دنیا کی ابتداء سے دنیا کی انتہاء تک مرنے والے دوبارہ جسم و جان کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ حشر کے بعد زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سب کی پہلی زندگی کے اعمال پیش ہوں گے۔ اچھے اعمال والوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ جنت میں اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب نعمتیں ہوں گے جن کو کبھی بھی زوال نہیں آئے گا۔ برے اعمال والوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جہنم ناقابل بیان تکلیفوں اور اذیتوں کی جگہ ہوگی' ایسی تکلیفوں اور اذیتوں کی جگہ جو کبھی ختم ہونے والی نہ ہوگی۔ دوسری زندگی کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور یہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اس سارے عمل پر یقین رکھنے کا نام ایمان بالآخرت ہے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار ایمان بالآخرت کے بعد ہی پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

قصص الانبیاء:

نبیوں کے حالات کا تعلق بنیادی اخلاقیات سے ہے۔ قرآن قصص ان کو کہتا ہے۔ جن میں انبیاء کرام کے واقعات و حالات میں ان قوموں کی ہلاکت کا ذکر نہیں بلکہ نبیوں کے مضبوط کردار' ان کی پاکیزہ سیرت' صداقت' دیانت' امانت' عصمت' عزت اور ان کے صبر و اثبات کا ذکر ہے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات و واقعات۔

انبیاء الرسل:

مکی دور کی آیات میں قوم نوحؑ' قوم ثمود' قوم عاد' قوم لوطؑ' قوم شعیبؑ اور آل فرعون وغیرہ کا ذکر ہے۔ رسولوں کی اہم خبریں' انبیاء الرسل کا تعلق دعوت ایمان سے ہے۔ جب کسی قوم نے رسول کی دعوت کا انکار کیا تو وہ پوری کی پوری قوم ہلاک کر دی گئی اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔

Marfat.com

بنیادی اخلاقیات کی تعلیم و تلقین:

سچائی، ہمدردی، بھوکوں کو کھانا کھلانا، یتیموں سے حسن سلوک، حاجت مندوں کی دست گیری، ماپ تول میں دیانت، معاملات میں امانت، ایفائے عہد، صلہ رحمی، والدین سے حسن سلوک، زنا سے اجتناب، عصمت و عزت کی حفاظت، تبذیر و اسراف سے بچنا، چغل خوری، بہتان تراشی، شیخی و تکبر، تفاخر و تکاثر، قتل ناحق سے بچنا۔ غلاموں پر شفقت وغیرہ۔ ان اخلاقیات کی تعلیم و تلقین کا کثرت سے مکی ۹ سورتوں میں مختلف اسالیب سے شدومد کے ساتھ ذکر ہے۔

نماز:

نبوت کے ساتھ ساتھ ہی آپ ﷺ کو نماز کا طریقہ بتا دیا گیا تھا۔ مگر اس وقت صرف فجر اور عصر کی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ چونکہ کفار قریش کا ڈر تھا۔ اس لئے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کا وقت جب آتا تو اپنے گھر' دارالرقم' یا کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھ لیتے۔ چاشت کی نماز آپ سب کے لئے سامنے حرم ہی میں ادا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی رواج تھی۔ لیکن جب آپ ﷺ بلند آواز سے قرآن مجید تلاوت فرماتے تو کفار آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے اور تنگ کرتے۔

معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور پانچ کی فرضیت باقی رہ گئی۔ تعداد میں فرض نمازیں اگرچہ پانچ ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اجر پچاس نمازوں کے برابر ہے۔
معراج تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو فرض نمازیں ہی ادا فرماتے رہے اور اہل ایمان کو بھی یہی تعلیم فرماتے رہے مگر معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئی اور پانچ کی فرضیت باقی رہ گئی۔ اس کے بعد پانچ نمازیں ادا ہونے لگیں۔

عقیدہ توحید و رسالت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بعد نماز ہی اسلام کا وہ پہلا رکن عظیم تھا جو مسلمان پر فرض ہوا۔ یہ رکن مسلمانوں پر سب سے پہلے فرض ہوتا اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ نماز کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا

Marfat.com

سرور ہے۔"

معراج میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ رب کائنات کی حضور میں دو کمانوں کے برابر یا اس سے کم تر فاصلے پر تھے۔ یہی کیفیت مسلمان کی نماز میں ہوتی ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "نماز مومن کا معراج ہے۔" نماز مکی دور کا انمول تحفہ ہے۔

فرض نماز کی فرضیت اور اہمیت مسلمہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز تہجد کو بھی کبھی قضا نہ ہونے دیا۔ حجتہ الوداع کے موقعے پر مزدلفہ میں رات بھر آرام فرمایا۔ یہی ایک رات ہے جس میں آپ ﷺ تہجد کے لئے نہ اٹھے۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمان دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے ساتھ ہم ثواب ہو سکتا ہے۔ ذیل میں نماز کی ترتیب دی جاتی ہے۔ اس کے عبادت پر غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ نماز کتنی جامع عبادت ہے۔

ثناء:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ
وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ط

ترجمہ:

اے اللہ تو پاک ہے اور میں تیری تعریف کے ساتھ تجھے یاد کرتا ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تشریح:

رب کے حضور حاضر ہو کر رب العزت کی حمد و ثنا بیان کرکے ایک جامع دعا مانگتا ہے۔

تعوذ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔

Marfat.com

تسمیہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سورہ فاتحہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ○ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○

ترجمہ:

ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ ایسے راستے پر جن پر تو نے اپنا انعام کیا نہ ان کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر چلا۔

تشریح:

ایک نماز سے دوسری نماز کے وقفے تک اس وعدے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" پر کاربند رہا ہوں۔ اس نماز میں اس عہد کی تجدید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی تیری ہی عبادت کروں گا اور تجھ ہی سے مدد مانگوں گا۔ اے اللہ مجھے انعام یافتہ لوگوں کے سیدھے راستے پر چلا۔

سورۃ:

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ○ لَمْ یَلِدْ○ وَلَمْ یُوْلَدْ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ○

Marfat.com

ترجمہ:

(اے نبی) کہہ دو۔ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ کوئی اس کا ہم سر نہیں۔

رکوع:

اَللّٰہُ اَکْبَرُO سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِO (تین بار رکوع میں کہے)

ترجمہ:

پاکی بیان کرتا ہوں اپنے پروردگار بزرگ کی۔

رکوع سے اٹھتے وقت:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗO رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُO

ترجمہ:

اللہ نے اس کی سنی جس نے اس کی تعریف کی۔ اے ہمارے رب تیرے ہی واسطے تمام تعریف ہے۔

سجدے کی تسبیح:

اَللّٰہُ اَکْبَرُO سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰیO سجدہ میں تین دفعہ پڑھے۔

ترجمہ:

پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے رب برتر کی۔

تشہد:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَO اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗO

Marfat.com

ترجمہ:

تمام زبان کی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور بدن کی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی۔ سلام تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تشریح:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی رحمت' سلامتی اور برکات کے لئے دعا کرتے ہوئے نماز میں شرکاء نماز اور دنیا بھر کے "عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِین" کے لئے سلامتی کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ اس طرح نمازی کے نامہ اعمال میں غیر محسوس طریقے سے نیکیاں جمع ہوتی رہتی ہیں۔

درود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

ترجمہ:

اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی ہے ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو برکت فرمائی ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔

تشریح:

درود شریف میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر جدامجد حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام اور ان کی آل اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے لئے رحمتوں کی دعا کی جاتی ہے۔ اس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری امت اس میں شریک ہو جاتی ہے۔

دعا:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِO
رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُO

ترجمہ:

اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسل کو بھی۔ اے رب ہماری دعا قبول فرما۔ اے رب ہمارے بخشا مجھ کو اور میرے والدین کو اور تمام مومنین کو جس دن حساب قائم ہو۔

تشریح:

اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے نمازی بننے کی متواتر دعا کی جاتی ہے۔ اپنی بخشش اپنے والدین کی بخشش اور مومنین کی بخشش کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ اس طرح پانچ وقت اللہ تعالٰی کی رحمت کو متوجہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس دن نماز واقعی معراج مومن بن جائے اس دن ان دعاؤں کی قبولیت بھی یقینی بن جاتی ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدنی دور

ہجرت مدینہ:

یثرب مکہ کے شمال میں ۳۰۰ میل کے فاصلے پر واقع تھا اور ان دنوں یثرب وادی کا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں اوس و خزرج آباد تھے۔ یہ دونوں قبیلے قحطان کی اولاد سے تھے۔ یثرب کے اردگرد یہودی اپنے قلعے و باغات بنا کر آباد تھے۔ جو اہل کتاب اور اہل علم تھے۔ جب کبھی انہیں قحطانی کسی معاملے میں نیچے دکھاتے تو وہ کہا کرتے تھے کہ نبی آخرالزماں کی بعثت کا وقت قریب آگیا ہے۔ ان کی آمد پر وہ مشرکین یثرب (اوس و خزرج) سے انتقام لیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل یہود کے ساتھ قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ بھی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے آگاہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب کی جنوبی جانب سے ۲۲ ربیع الاول ۱ھ کو شہر میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلے کے ساتھ ہی شہر کا نام بدل کر مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگیا اور مختصراً مدینہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

آپ ﷺ کا مدینہ میں داخلہ عجب شان دار تھا۔ ہر طرف خوشی و انبساط کا دور دورہ تھا۔ مرد عمدہ پوشاک پہنے ہتھیار لگائے راستے میں دو رویہ کھڑے تھے۔ عورتیں مکانوں کی چھتوں پر دیدار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر رہی تھیں اور بچیاں دف بجا کر "مدحت رسول ﷺ میں نعتیہ اشعار گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَادَعَیٰ لِلّٰہِ دَاعِی
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

چودھویں کا چاند ثنیات سے طلوع ہوا ہے۔ ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کی اطاعت فرض اور اللہ کا شکر لازم ہے۔ مدینہ کا ہر شخص رسول ﷺ اللہ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کسی کی دل آزادی نہیں کرنا چاہتا تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا "میری ناقہ کو چھوڑ دو' وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں وہ رکے گی وہاں ہمارا قیام ہوگا۔ آخر ناقہ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے جاکر بیٹھ گئی۔ ناقہ تھوڑی دیر کے بعد اٹھی اور ایک چکر کاٹ کر پھر اسی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ اس طرح میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔" حضرت ایوب انصاری" کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے بالائی منزل پیش کی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقاتیوں کی سہولت کی خاطر نچلی منزل کو پسند فرمایا۔

ہجرت مدینہ کے اسباب:

واقعہ ہجرت کو تاریخ اسلام میں ایک تاریخ ساز انقلاب کے نقطہ آغاز کی حیثیت حاصل ہے۔ مکی دور میں مسلمانوں نے صبر وتحمل سے قریش مکہ کے جوروستم برداشت کیے اور فیضان رحمت سے کندن بن کر نکلے۔

قریش مکہ اعلان نبوت ﷺ کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید مخالف ہوگئے تھے۔ وہ اسلام کو اپنی مذہبی اور سیاسی زندگی کے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ قریش کو پورے عرب میں مذہبی برتری حاصل تھی۔ انہیں ہر سال حج بیت اللہ کے موقعے پر چڑھاوؤں اور نذرانوں سے بے شمار دولت ملتی تھی۔

مکہ کے مشرک معاشرے سے اسلام نے سلیم الطبع لوگوں کو نکال لیا تھا ابوجہل اور ابولہب جیسے اسلام دشمن اسلام کی ترقی میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ اس سے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کی زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی اور اب تحریک اسلامی کا شجر طیبہ اس سنگلاخ زمین میں برگ وبار لاتا ہوا دکھائی نہیں دیتا تھا۔

دعوت اسلام کے ساتھ ہی مسلمان پر تشدد کا آغاز ہوگیا تھا لیکن اب قریش کی سفاکی وبے باکی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ قریش کے بے پناہ مظالم کے پیش نظر مسلمانوں نے ایسی پرامن فضا کی ضرورت محسوس کی جہاں وہ آزادی سے اپنے مذہبی فرائض ادا

Marfat.com

کر سکیں۔

مسلمانوں نے آں حضور ﷺ کی اجازت سے حبشہ کو ہجرت کی تھی وہ وہاں نہایت امن و سکون اور چین کی زندگی بسر کر رہے تھے اس تجربے کے پیش نظر مسلمان ہجرت کو مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے نجات کا ذریعہ تصور کرنے لگے۔

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر دنیا میں مبعوث ہوئے ان کی اپنے وطن میں قدرومنزلت نہ ہوئی اور وہ اہل وطن کے سلوک سے تنگ آکر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہی آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی ہوا۔ اہل مکہ جو بعثت سے قبل صادق اور امین کہتے تھے۔ بعثت کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔

مکہ طبعی طور پر خشک اور پہاڑی علاقہ ہے۔ طبعی عوامل نے یہاں کے باشندوں پر کافی گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ وہ یہاں کی آب و ہوا کے زیراثر زیادہ گرم مزاج اور تندخو واقع ہوئے تھے۔ جبکہ مدینہ ایک سرسبز و شاداب اور زرخیز علاقہ تھا۔ وہاں کی آب و ہوا معتدل تھی۔ اسی مناسبت سے وہاں کے لوگ اعتدال پسند' سنجیدہ اور غوروفکر کے عادی تھے۔ اس لئے اسلام کے فروغ کے لئے ابتدائی دور میں مدینہ مکے سے زیادہ موزوں جگہ تھی۔

مدینہ کے گردونواح میں یہود آباد تھے۔ ان سے اہل مدینہ نے سن رکھا تھا کہ عرب میں آخرالزماں پیغمبر تشریف لانے والے ہیں۔ اس لئے اہل مدینہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی اسلام کی طرف راغب ہوگئے۔ دعوت حق کا پودا مکہ کی سرزمین میں اگا لیکن اس کے سائے میں اہل مدینہ کو بیٹھنا نصب ہوا۔

ہجرت مدینہ سب سے بڑھ کر حکم خداوندی کا نتیجہ تھی۔ مسلمانوں کو مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دیا جاچکا تھا اور اکثر صحابہ وہاں پہنچ چکے تھے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن خداوندی کے منتظر تھے۔ ۱۳ ان میں ہجرت مدینہ کی اجازت ملتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں مدینہ تشریف لائے۔

Marfat.com

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر:

مدینے میں پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی وہ جگہ بنونجار کے دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ ﷺ نے اس زمین پر ایک مسجد بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جب ان بچوں کو حضور ﷺ کی خواہش کا علم ہوا تو وہ اپنے بزرگوں کو لے کر حاضر ہوئے اور زمین قبول کرنے کی درخواست کی لیکن آپ ﷺ نے اس زمین کو بغیر قیمت کے لینا پسند نہ فرمایا۔ آخر قیمت طے ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت قیمت ادا کر دی۔ وہاں ایک نہایت سادہ مسجد تعمیر کی گئی جو آج دنیائے اسلام میں مسجد نبوی ﷺ کے نام سے مشہور ہے۔

ابتدا میں مسجد کا قبلہ جانب شمال بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ لیکن جب مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے سولہ ماہ بعد ۲ھ میں جب یہ آیت نازل ہوئی:

فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ ۝ (بقرہ-۷)

تو قبلہ کا رخ خانہ کعبہ (مکہ معظمہ) جنوب کی سمت کر دیا گیا۔

اصحاب صفہ:

مسجد تعمیر ہو چکی تو اس کے ایک طرف بلند سا چبوترہ بنا دیا گیا جسے صفہ کہا جاتا۔ اس جگہ ایسے مسلمان رہتے تھے جنہوں نے آپ کو دین اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم اسلام حاصل کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کی ضروریات کا انتظام فرماتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اہل صفہ کے سردار تھے۔

سلسلہ مواخات:

مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مسلمانوں کی فکر لاحق ہوئی جو مکہ سے بے سروسامانی کے عالم میں نکلے تھے اور صرف ایمان اور اسلام کی

Marfat.com

دولت لے کر مدینہ میں آئے تھے۔ یہ مہاجرین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ اگرچہ مدینہ والوں نے ان کی دل داری اور خدمت گزاری میں کسی قسم کی کمی نہ کی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مستقل اور پائے دار انتظام فرمانا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کو اسلامی بھائی بنا کر سلسلہ مواخات میں باندھ دیا۔

یہ اخوت حقیقی اخوت سے بھی بڑھ گئی۔ اس موقعے پر انصار مدینہ نے جس فیاضی' ایثار اور میزبانی کا ثبوت دیا' تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے انہوں نے مہاجر بھائیوں کی حیثیت مہمانوں کی نہ رہنے دی بلکہ انہیں اپنی جائیدادوں اور کاروبار میں برابر کا حصہ دار بنا لیا اس طرح مہاجرین جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اس سہارے سے بے نیاز ہوتے چلے گئے۔

اذان کی ابتدا:

ابتدا میں اذان کا رواج نہ تھا۔ مسلمان وقت کا اندازہ کر کے خود بخود مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ جاتے تھے۔ لیکن یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہئے تا کہ مسلمان مل کر ایک وقت میں نماز ادا کر سکیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ کسی نے مجوسیوں کا طریقہ "آگ روشن کرنا" کسی نے یہود کا "سنکھ بجانا" کسی نے نصاریٰ کا "ناقوس بجانا" بتایا۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں یہ الفاظ سنے ہیں۔ یہ وہی الفاظ تھے جو آج کل اذان میں کہے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وحی کے ذریعے اس خواب کی تصدیق ہو گئی۔

میثاق مدینہ:

مدینہ کے گرد و نواح میں یہودیوں کے تین قبیلے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ یہودی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ انصارؓ کے دونوں قبائل اوس اور خزرج میں

Marfat.com

اتحاد نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ تھی کہ انصار کے دونوں قبیلے آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ اس خانہ جنگی نے ان کو کمزور کر دیا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اوس اور خزرج کو شیروشکر کر دیا بلکہ مہاجرین کا بھی انصار کے ساتھ سلسلہ مواخات قائم کر دیا۔

اس کے بعد مدینہ میں امن و امان کی فضا پیدا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار اور یہود کو طلب فرما کر مندرجہ ذیل شرائط پر ایک عہد نامہ لکھوایا۔ جو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا میں ہونے والے معاہدات میں سب سے پہلا تحریری معاہدہ ہے۔

۱۔ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ لڑائی کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینہ پر حملے کی صورت میں دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں گے۔

۷۔ اگر کوئی فریق کسی دشمن سے صلح کرے گا تو دوسرا بھی اس صلح میں شریک ہوگا۔ لیکن مذہبی جنگ اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

۸۔ دونوں فریق میں ہونے والے تنازعے کا فیصلہ حضور ﷺ سے لیا جائے گا اور اسے بخوشی تسلیم کیا جائے گا۔

اس معاہدے کو بعد میں ودان (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے) تک پھیلا دیا گیا اور ودان تک کے قبائل اس معاہدے میں شامل ہو گئے۔

اہل بیت کے لئے حجروں کی تعمیر:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رہائش کے لئے مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ

Marfat.com

چند سادہ سے کمرے بنوا لئے۔ ان کمروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ ان کے تیار ہونے پر آپ ﷺ نے ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کو بھی مدینہ میں بلوا لیا۔

تحویل قبلہ:

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سولہ ماہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ جب تک اسلام کا قبلہ بیت المقدس رہا۔ یہودی مسلمانوں کے دوست بنے رہے اور فخریہ کہتے رہے کہ مسلمان بھی انہیں کے قبلے کی طرف منہ کرتے ہیں۔ لیکن جب اہل اسلام نے بیت اللہ کو اپنا قبلہ بنا لیا تو یہودی مخالفت پر اتر آئے۔ قبلہ کی تبدیلی نے بہت سے منافقین کی کلی بھی کھول دی۔ بہت سے یہودی جو منافقانہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔ لیکن جب قبلہ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ ہو گیا تو یہودیوں کا بھید کھل گیا اور ان کی منافقت بے نقاب ہو گئی۔

احکام دین کا نزول:

۲ھ میں ماہ صیام کے روزوں اور زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے۔ اسی عرصے میں نماز عیدین اور صدقہ فطر کا حکم دیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر و استقلال اور دلائل و حجت سے لوگوں کو توحید کی طرف بلانے کا حکم تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی ایذا رسانیوں اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کیا اور جب ان کے ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو خداوند تعالیٰ کے اسی حکم کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا گھربار' عزیز و اقارب اور مال و متاع چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی۔ لیکن یہاں بھی قریش مکہ اور تمام یہود نے ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور متفقہ طور پر ان کو فنا کے گھاٹ اتارنے پر کھڑے ہو گئے۔ جب اہل اسلام پر مدینہ میں بھی عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مدافعت کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد قریش نے پے در پے کئی جنگیں مسلط کیں اور مسلمانوں کو اپنے دفاع

Marfat.com

کے لئے ہتھیار اٹھانے پڑے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن جنگوں میں خود لشکر کی قیادت فرمائی وہ غزوات کہلائے اور جن جنگوں میں کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا وہ سریہ کہلائیں۔ غزوات میں آں حضرت ﷺ امیر لشکر ہوتے۔ خود جنگ نہ کرتے بلکہ احکام جنگ دیتے۔ ایک بلند جگہ "عریش" پر آپ ﷺ کا قیام ہوتا اور وہاں سے جنگ پر نظر رکھتے اور مناسب احکام جنگ دیتے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کی قلیل تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود جس حکمت عملی سے کیل کانٹے سے لیس تعداد میں کئی گنا دشمن سے لڑایا۔ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں میں آپ ﷺ کا شمار نمبر ایک پر ہوتا ہے۔

جنگ بدر:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ ان دنوں مدینہ میں ایک نہایت مال دار اور صاحب اثر شخص عبداللہ بن ابی تھا۔ ہجرت سے پہلے انصار میں اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ انصار اسے اپنا سردار بنانے والے تھے بلکہ اس کی تاج پوشی کے لئے ایک تاج بنوا لیا گیا تھا۔ اسی دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور انصار کے دونوں قبائل نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور میثاق مدینہ کے ذریعے یہودیوں نے بھی آپ ﷺ کی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ اس سے عبداللہ بن ابی کی سرداری کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اس پر اس نے آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اس نے قریش مکہ سے رابطہ کر لیا اور انہیں مسلمان کے تمام حالات کی اطلاع پہنچانے لگا۔ مکہ میں ابوجہل اور مدینہ میں عبداللہ ابن ابی اسلام دشمن میں پیش پیش تھے۔ لیکن اول الذکر کھلا دشمن تھا۔

مسلمانوں کی ہجرت اور مدینہ میں مسلمانوں کی ترقی سے کفار مکہ کے جگر کباب ہو رہے تھے اور وہ مدینہ پر چڑھائی کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور اشاعت اسلام نے مکہ میں ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ کو آتش زیر پا کر رکھا تھا اور وہ انگاروں پر لوٹ رہے تھے۔ یہی کیفیت مدینہ میں عبداللہ بن ابی کی تھی۔ عبداللہ بن ابی بڑا چال باز تھا۔ اس نے قریش کے حوصلے بڑھائے اور انہیں یقین دہانی کرائی کہ اگر تم نے مدینہ پر دھاوا بولا تو یہودی تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس میں

Marfat.com

شک نہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا ہے مگر ان کے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف حسد کی آگ شعلہ زن ہے۔

مسلمان جب سے مدینہ آئے تھے خطرات ان کے سروں پر منڈلا رہے تھے۔ یہی وجہ تھی آپ ﷺ نے مدت تک راتیں جاگ جاگ کر مدینہ کا دفاع کیا۔ اب قریش نے مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس کے لئے انہوں نے کئی قبائل کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو تدبیروں پر عمل فرمایا۔

۱۔ قریش کی شامی تجارت جس پر انہیں بہت ناز تھا' بند کر دی جائے۔ تا کہ وہ مجبور ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیں۔

۲۔ مدینہ کے آس پاس کے قبیلوں سے امن و امان کا معاہدہ کیا جائے تا کہ اگر قریش جنگ مسلط کر دیں تو انہیں غیر جانب دار رکھا جا سکے۔

چند روز کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ آدمیوں کے ہم راہ نخلہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں ایک خط دے کر فرمایا کہ دو دن متواتر سفر کرنے کے بعد جس مقام پر پہنچو وہاں خط کھول کر اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔ عبداللہؓ نے اس پر عمل کرتے ہوئے جب خط کھولا تو اس میں تحریر تھا۔ "مقام نخلہ میں ٹھہرو' قریش کے حالات کا پتا لگاؤ اور اطلاع دو۔" عبداللہؓ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص عمر بن الحضرمی مارا گیا۔ دو گرفتار ہوئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔

عبداللہؓ نے مدینہ میں آ کر یہ واقعہ بیان کیا اور غنیمت کی چیزیں پیش کیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے تم کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔" مال غنیمت بھی آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔

اس واقعے نے تمام قریش میں غم و غصے کی آگ بھڑکا دی اور قریش و مسلمانوں میں لڑائی کی بنیاد قائم ہو گئی۔

حضرمی کے قتل سے قریش پہلے ہی غضبناک ہو رہے تھے۔ ان دنوں اہل مکہ کا ایک کاروان تجارت شام سے آ رہا تھا۔ جو مدینے کے پاس سے گزرنے والا تھا۔ قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ مسلمان اس تجارتی قافلے کو لوٹ لیں گے۔ چنانچہ اہل مکہ کا ایک ہزار

Marfat.com

کا لشکر فوراً تیار ہو گیا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے مشاورت بلائی۔ جس میں فیصلہ ہوا کہ کفار کے لشکر کا اس کے مدینہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے مقابلہ کیا جائے۔ مسلمان پہلے سے جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے وقت پر صرف تین سو تیرہ مجاہد جنگ کے تیار نکلے ۔ جن کے پاس سواری کے لئے صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔ ۱۲ رمضان ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مختصر فوج کو لے کر مدینے سے مکہ کی طرف نکلے۔ ۱۷ رمضان کو بدر {۲۹} کے مقام پر پہنچے۔ جہاں قریش کا لشکر پہلے سے خیمہ زن تھا۔

قریش پوری تیاری کے ساتھ مکہ معظمہ سے نکلے تھے۔ ان کی فوج میں ایک ہزار آدمی تھے۔ سو سواروں کا رسالہ تھا اور قریش کے سب رئیس شریک تھے۔ ایک طرف اپنی کثرت پر نازاں اور اپنی سازوسامان پر اتراتا قریش کا لشکر تھا اور دوسری طرف عجز و انکساری سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ ایزدی میں ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کر رہے تھے۔ "اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے۔ آج پورا کر۔" پھر سجدے میں گر کر کہا۔ "اے اللہ! اگرچہ چند نفوس فنا ہو گئے تو پھر قیامت تک تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔"

سب سے پہلے قریش کی طرف سے سالار فوج {۳۰} عتبہ ابن ربیعہ دو جوانوں کے ساتھ میدان میں نکلا اور للکار کر کہا "آؤ ہمارے سامنے کون آتا ہے۔" مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ مقابلے کو نکلے۔ تھوڑی دیر تک ان جوانوں میں معرکہ آرائی ہوئی اور قریش کے تینوں جوان ڈھیر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قریش نے عام حملے کا اعلان کر دیا۔ طرفین کی فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر اسلام نے کفر پر فتح پائی۔

جنگ بدر میں قریش کا سردار ابو جہل بھی مارا گیا۔ ستر کافر تلوار کے گھاٹ اترے اور ستر گرفتار ہوئے۔ جبکہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ جوان شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ اس جنگ نے دشمنان دین کی قوت و شوکت کا جنازہ نکال دیا۔

جنگ کے قیدی دو دو چار چار صحابہ میں بانٹ دیئے گئے اور آں حضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیدی حفاظت اور آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔ صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ خود تو کھجوروں سے پیٹ بھرے اور ان کو عمدہ کھانا کھلایا۔

قریش کے جتنے آدمی گرفتار کئے گئے تھے۔ ان میں سے صرف {۲۱} دو کا قتل عمل میں آیا۔ کیونکہ وہ اس قدر بدطینت تھے کہ اگر زندہ چھوڑ دیئے جائے تو بے شمار بندگان خدا کی جانیں ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ باقی سب قیدی چار ہزار درہم فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا۔ ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔

جنگ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے جن میں عتبہ اور ابوجہل جیسے رئیس بھی شامل تھے۔ اب قریش کا سردار ابوسفیان بنا جس سے مکہ میں بنوہاشم کا وقار گھٹ گیا اور بنوامیہ کے عروج کا آغاز ہوا۔

غزوہ بدر کے بعد حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس نکاح کی رسم جس سادگی سے ادا ہوئی وہ امت کے لئے ایک نہایت عمدہ نمونہ بنی رہے گی۔ اس سے قبل حضرت علیؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد حضرت حارث بن نعمان انصاری نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا اور یہ مقدس جوڑا وہاں منتقل ہوگیا۔

یہود کی بدعہدی:

مدینے میں یہودیوں کے تین قبیلے بنو قینقاع، بنونضیر اور بنو قریظہ تھے۔ یہ سب مدینے کے نواح میں رہتے تھے۔ یہ تجارت پیشہ ہونے اور سودی کاروبار کرنے کی وجہ سے بڑے دولت مند تھے۔ انصار غریب اور ان کے مقروض ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ان سے دبے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں اور یہودیوں میں "میثاق مدینہ" برابری کی سطح پر معاہدہ کیا تھا۔ لیکن جب مدینہ میں روز بروز اسلام پھیلتا گیا تو یہودیوں کے دلوں کا حسد اور بغض بھی پھر سے تازہ ہوتا گیا۔

Marfat.com

ان دنوں یہود کے قبیلہ بنو قینقاع{۳۲} کے بازار میں ایک مسلمان عورت آئی اور ایک یہودی کی دکان سے سودا خریدا۔ یہودی نے اس کی بے عزتی کی۔ ایک مسلمان سے یہ دیکھ کر نہ رہا گیا اور اس نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو مار دیا۔ اس واقعے نے فریقین کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا اور صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب ان حالات کی اطلاع آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچی تو آپ ﷺ یہودیوں کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا "خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے۔" یہودیوں نے جواب دیا "ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے سابقہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اسے کہتے ہیں۔" وہ پہلے ہی معاہدہ توڑ چکے تھے اور اب ان الفاظ سے گویا انہوں نے جنگ کا اعلان بھی کر دیا۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مجبوراً ان سے شوال ۲ھ میں جنگ کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

بنو قینقاع قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ ابھی پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اگرچہ یہ سب لوگ قتل کے سزاوار تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کی جان بخشی فرمائی اور ان میں سے سات سو مفتن جلا وطن کر دیے گئے جو شام کی طرف چلے گئے۔

غزوہ احد:

جنگ بدر میں شکست کھانے اور نامور سرداروں کے مارے جانے سے قریش مکہ کے سینوں مین آتش انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ چنانچہ عکرمہ بن ابو جہل مقتولین کے عزیزوں کو ساتھ لے کر ابو سفیان کے پاس گیا اور کہا کہ "محمد ﷺ نے ہماری قوم کو فنا کر دیا ہے۔ اب ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کا نام صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا کر دم لیں گے۔" قریش کے شعلہ بیاں شاعروں نے عرب کے قبائل میں آتش انتقام کو ہوا دی۔ اسی طرح پورا عرب آتش بگولا بن کر رہ گیا۔

مسلمانوں بھی یہ جانتے تھے کہ قریش مکہ اپنے ستر سرداروں کا انتقام ضرور لیں

Marfat.com

گے۔ چنانچہ مسلمان کفار مکہ کی حرکات سے باخبر رہنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ شوال ۳ھ میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کی تعداد تین ہزار ہے۔

اس پر آں حضرت ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ اکثر مہاجرین اور تجربہ کار اصحاب رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ عورتوں کو شہر کے ایک محلے میں جمع کر دیا جائے اور شہر کے اندر محصور ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی منافق کی بھی یہی رائے تھی لیکن ان نوجوان صحابہ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے' اس بات پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ آں حضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ اب لوگوں کو ندامت ہوئی کہ ہم نے آں حضرت ﷺ کو خلاف مرضی نکلنے پر مجبور کیا۔ سب نے عرض کی کہ اگر آپؐ چاہیں تو شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے لیکن آپؐ نے فرمایا کہ پیغمبر کو زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر بغیر قتال کے اتار دے۔ آپ ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے نکلے۔ شہر کے باہر عبداللہ بن ابی اپنے قبیلے کے تین سو آدمیوں کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہماری رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔

احد پہاڑ مدینہ منورہ کے شمال کی جانب دو تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور شرقاً غرباً چھ سات میل پھیلا ہوا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے احد کو پچھلی طرف رکھ کر صفیں درست کیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو زرہ پوش دستے کا کمانڈار بنایا۔ پشت کی طرف پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ۔ "وہ کسی قیمت پر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔"

قریش نے بھی بڑی جنگی مہارت سے فوج کی صف آرائی کی۔ طلحہ کو جھنڈا اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو تیر اندازوں کا افسر مقرر کیا۔ داہنی طرف خالد بن ولید اور بائیں جانب عکرمہ بن ابو جہل کو فوج کی کمان دی اور صفوان بن امیہ کو سوار دستے کی ذمہ داری سونپی۔

لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ طلحہ جھنڈا اٹھائے ہوئے آگے بڑھا اور طنزاً للکارا۔

Marfat.com

"مسلمانو! تم میں کوئی ہے جو مجھ کو جہنم پہنچا دے یا خود میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچ جائے۔" یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک بھرپور وار کیا اور طلحہ کو جہنم واصل کر دیا۔ طلحہ کے بعد اس کا جھنڈا اس کے بیٹے عثمان نے اٹھالیا اور آگے بڑھ کر مقابلے کے لے آدمی طلب کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ صف سے نکلے اور عثمان کے کندھے پر تلوار اس قوت سے ماری کہ کمر تک اتر آئی۔ اسی طرح کفار کے بارہ علم دار یکے بعد دیگرے قتل ہوئے پھر گھمسان کی لڑائی ہونے لگی جس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ اب قریب تھا کہ کفار بھاگ نکلیں اور مسلمانوں فتح یاب ہوں۔ مگر درہ پر متعین تیر اندازوں کی غلطی سے جنگ کا پاسہ پلٹ گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیرانداز درے کی حفاظت کے لئے مقرر فرمائے تھے اور انہیں ہدایات دی تھی کہ درے کو کسی حالت میں نہیں چھوڑنا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کو کام یابی ہوئی تو وہ بھی مال غنیمت کی طرف دوڑے۔ تیر اندازوں کے سردار حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ انجام سے بے نیاز ہو کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ قریشی فوج میں خالد بن ولید نے اپنی جنگ مہارت سے مسلمانوں کی اس کوتاہی کو بھانپ لیا اور چکر کاٹ کر عقب سے مسلمانوں کو دونوں طرف سے گھیر لیا۔ سات سو مسلمانوں کی فوج تین ہزار کے نرغے میں آگئی۔ سخت جنگ ہوئی۔ ستر صحابی شہید ہوئے اور اسلامی لشکر کی جمعیت تتر بتر ہو کر رہ گئی۔

فوج اسلام کے علم بردار مصعبؓ بن عمیر کی شکل آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی تھی۔ ان کی شہادت سے لوگوں میں آں حضرت ﷺ کی شہادت کی خبر اڑ گئی۔ جس سے اسلامی فوج میں مایوسی پھیل گئی۔ بڑے بڑے بہادروں کی طاقت جواب دے گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کعب بن مالک نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک ؓ کو دیکھ لیا اور بلند آواز سے پکارا۔ مسلمانو! رسول ﷺ یہ ہیں۔" مسلمانوں اس طرف لپکے اور آں حضرت ﷺ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔

جنگ احد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پتھر پیشانی پر لگا جس سے خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئیں۔ ایک اور پتھر سے دو دانت شہید

Marfat.com

ہوگئے۔ کفار مکہ نے ستر صحابیوں ؓ کو شہید کر کے بدر کا داغ دھونے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچا کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ اس جنگ سے مسلمانوں کو یہ عبرتناک سبق ملا کہ اگر انہوں نے اطاعت رسول ﷺ کو پیش نظر رکھا تو نصرت و کامرانی ان کے قدم چومے گی اور اگر انہوں نے حکم رسول ﷺ سے روگردانی کی تو وہ کفر و باطل کی ضرب کاری سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں اکثر کے ناک اور کان کاٹ کر کفار نے اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کیا تھا۔ {۳۴} حضرت حمزہ اپنے عزیز چچا کی لاش دیکھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آب دیدہ ہوگئے۔ اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا اور قریش مکہ کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

اسی سال ۳ھ میں امام حسن ؓ پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر ؓ سے نکاح کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ سے بھی عقد فرمایا لیکن یہ چند ماہ زندہ رہیں۔ وراثت کا قانون بھی اسی سال نازل ہوا۔ مشرکہ کا نکاح جو مسلمانوں سے اب تک جائز تھا' حرام قرار پایا۔

غزوہ بنو نضیر:

جنگ بدر سے قبل قریش نے بنو نضیر سے رابطہ کیا اور انہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے پر آمادہ کیا مگر یہ قریش کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہے۔ ۲ھ میں مدینے سے بنو قینقاع کے اخراج کے بعد ان کی اسلام دشمنی اور تیز ہوگئی۔ جنگ احد ۳ھ میں مسلمانوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے بنو نضیر اور بھی شیر ہوگئے۔ جنگ احد کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کے دونوں قبیلوں بنو نضیر اور بنو قریظہ سے معاہدہ مدینہ کی تجدید کرنا چاہی تو بنو قریظہ نے تو تجدید معاہدہ کر لی مگر بنو نضیر نے انکار کر دیا۔

بنو نضیر کا محلہ مدینہ سے باہر چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خون بہا کے فیصلے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ

Marfat.com

ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور ایک شخص عمرو بن حجاش یہودی کو چھت پر سے پتھر لڑھکا کر آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے کہا لیکن آپ ﷺ کو اس کا علم ہوگیا اور آپ ﷺ وہاں سے کچھ کہے بغیر اٹھ آئے۔ صحابہؓ نے کچھ دیر تو آپ ﷺ کا انتظار کیا آخر وہ بھی وہاں سے اٹھ آئے۔

چند دنوں کے بعد بنو نضیر نے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ ۳۰ صحابہؓ کے ساتھ مناظرے کے لئے تشریف لائیں۔ ہمارے بھی تیس علماء آئیں گے۔ اگر ہمارے علما اسلام لے آئے تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔ یہود کپڑوں میں ہتھیار چھپا کر نکلے لیکن بنو نضیر کے ہاں ایک انصاری کی بہن بیاہی ہوئی تھی اس نے راز فاش کر دیا۔ اس طرح آپ ﷺ کو یہود کی سازش کا علم ہوگیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنو نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم کو دس روز کی مہلت دی جاتی ہے۔ ان دنوں میں اطراف مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔" انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا اسباب لادا۔ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ باجے بجاتے ہوئے نکلے اور جا کر خیبر میں آباد ہو گئے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے نکاح:

آپ کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں ان کو ایک مہلک زخم لگا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ ابو سلمہؓ کی نماز جنازہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پڑھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عیال دار تھیں اور ان کی عمر بھی زیادہ ہو گئی تھی۔{۳۴} آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کس مپرسی کے خیال سے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نکاح ثانی پر رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے عمر سے کہا "اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے میرا نکاح کر دو۔" اس طرح شوال ۴ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عقد ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کا کنبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں منتقل ہوا۔

Marfat.com

غزوہ خندق:

بنو نضیر مدینے سے نکل کر خیبر پہنچے تو انہوں نے ایک خوفناک سازش شروع کی۔ ان کے چند سردار مکہ معظمہ پہنچے اور قریش سے کہا۔ "اگر تم ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ تو مسلمان کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جا سکتا ہے۔" قریش نے ان کی بات مان لی۔ اس کے بعد وہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور اسے طرح طرح کے لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ غطفان نے اپنے حلیف قبلہ بنو اسد کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ بنو سلیم بھی قریش سے اپنی قرابت داری کی وجہ سے ساتھ مل گئے۔ بنو سعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا اس لئے یہود نے اسے بھی شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ کئی قبائل کے اکٹھے ہو جانے کی وجہ سے یہ جنگ احزاب بھی کہلاتی ہیں۔ غرض عرب کے تمام قبائل دس ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینے کی طرف بڑھے۔ ابو سفیان ان سب کا سپہ سالار تھا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حملے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے مشورہ دیا کہ شہر کے تین اطراف دشوار گزار پہاڑ، مکانات اور کھجوروں کے گھنے باغات ہیں جو شہر پناہ کا کام دیتے ہیں۔ صرف شمالی شامی سمت کھلی ہے، اگر وہاں خندق کھود دی جائے تو دشمن کا حملہ روکا جا سکتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ساڑھے تین میل کی خندق نیم دائرہ کی صورت میں تجویز کی، اور دس دس صحابہ کے گروہ کو دس دس گز کی کھدائی کا کام سونپا۔ اس طرح بیس دن میں پندرہ فٹ گہری، پندرہ فٹ چوڑی اور ساڑھے تین میل لمبی خندق ۲۸ ذی قعدہ ۵ھ کو تیار ہو گئی۔

قریش کا دس ہزار کا لشکر جب مدینہ پہنچا تو خندق کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ چنانچہ انہیں مدینہ کے باہر ہی پڑاؤ کرنا پڑا۔ ادھر تین ہزار مسلمان پوری طرح چوکنے خندق کی نگرانی کر رہے تھے۔ دونوں اطراف سے تیراندازی شروع ہوئی جو کئی دن تک جاری رہی۔ اس اثنا میں قریش کے چند بہادر ایک جگہ سے کم چوڑی خندق دیکھ کر خندق کو پھاند کر اندر کودنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں عکرمہ بن ابو جہل اور عمرو بن عبدود بھی

Marfat.com

تھے۔ عمرو بن عبدود نے مسلمانوں کو مقابلے کے لئے للکارا۔ حضرت علی شیرخدا نے آگے بڑھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکرے کر دیئے۔ عکرمہ بن ابوجہل زخمی ہو کر واپس پلٹا اور اس کے کئی ساتھی خندق میں گر کر ہلاک ہو گئے۔

چند روز کے بعد غیبی طاقت حرکت میں آئی۔ دونوں فوجیں اپنی اپنی جگہ ڈیرے ڈالے پڑی تھیں کہ یکایک آندھی اور بارش کا ایک خوفناک طوفان آیا جس نے قریش کے خیمے ہلا کر رکھ دیئے اور ان کا مال و اسباب پانی کی نذر ہو گیا۔ قریش کا لشکر بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کا محاصرہ اٹھا کر چلے جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ قریش بدر میں اپنی طاقت آزما چکے۔ اب کی بار وہ پورا عرب لے کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ناکامی سے دوچار ہوئے۔ اس کے بعد قریش کے لئے اتنی بڑی جمعیت اکٹھی کرنا ناممکن ہو گا۔ قریش کی لڑائیاں ختم ہو گئیں۔ اب آئندہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔"

بنو قریظہ کی عہد شکنی:

بنو قریظہ نے قریش سے رابطہ کرلیا تھا۔ اس عہد شکنی کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ ﷺ نے سردار اوس سعدؓ بن معاذ اور سردار خزرج سعدؓ بن عبادہ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔ یہ وفد بنو قریظہ کے پاس پہنچا، ان سے گفت و شنید ہوئی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بنو قریظہ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر پوری طرح قریش کے حمایتی بن گئے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعیمؓ بن مسعود کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ وہ یہودیوں سے قبول اسلام سے قبل دوستانہ مراسم رکھتے تھے ابھی تک انہیں یہ خبر نہ تھی کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بنو قریظہ کو سمجھایا کہ قریش تمہیں پھنسا کر خود محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں گے۔ اس طرح تم قریش کے چند آدمی بطور ضمانت اپنے پاس رکھو تاکہ وہ جنگ جاری رکھنے پر مجبور ہوں۔ بعدازاں نعیمؓ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ بنو قریظہ مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں اور وہ تم سے چند آدمی بطور ضمانت

Marfat.com

طلب کریں گے اور پھروہ مسلمانوں کی حوالے کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دیں گے۔ اس طرح دونوں میں غلط فہمی پیدا ہوگئی اور اس اثنا میں آفات سماوی سے قریش محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوگئے۔

مسلمان خندق کی نگرانی میں مصروف تھے کہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کی اقامت گاہ کی جاسوسی شروع کی۔ تاکہ اگر وہاں فوج نہ ہو تو قریش کو اپنے محلے سے گزار کر حملہ کرنے کا موقع دیں۔ لیکن اتفاق سے مسلمان خواتین کی حفاظت کے لئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے انہوں نے یہودی جاسوس کا سر کاٹ کر راہ میں پھینک دیا جس سے بنو قریظہ سمجھے کہ یہاں بھی مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ اس طرح وہ پشت میں چھرا گھونپنے سے باز رہے۔

مشرکین کے رخصت ہو جانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کو حکم دیا کہ ابھی ہتھیار مت کھولیں۔ ہمیں بنو قریظہ سے نپٹنا ہے۔ اسلامی لشکر نے بڑھ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کرلیا جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ بنو قریظہ نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے اور کہلا بھیجا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں گے وہ ہم کو منظور ہوگا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ کے دوران میں بنو قریظہ کو مسلم دشمنی سے باز رکھنے کے لئے گئے تھے لیکن بنو قریظہ کی ہٹ دھرمی سے ناکام لوٹے تھے۔ اوس بنو قریظہ کے حلیف رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو تسلیم کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر کہا "میں ان کے بارے میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے تمام مرد مار ڈالے جائیں اور ان کا مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" اس فیصلے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فیصلہ توریت کے حکم کے مطابق ہے۔ یہود کے جن افراد نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلی اور اسلام لے آئے، انہیں امان دے دی گئی اور باقی یہودی قتل کر دئے گئے۔

ہجرت مدینہ کے نتائج {۳۵}:

ہجرت مدینہ کے وقت مسلمانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں غریب الوطنی اختیار کی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ مٹھی بھر غریب الوطن مدینہ پہنچ کر ایک مضبوط مرکز

Marfat.com

قائم کرلیں گے اور پھر وہاں سے پورے عرب کی تقدیر بدل دیں گے۔ ہجرت کا مقصد اعلیٰ مدینہ میں ایک دفاعی' رفاعی اور اشاعتی مرکز قائم کرنا تھا۔ جس میں مسلمان پوری طرح کامیاب ہوئے۔ ۵ ہجری تک قریش نے پے در پے حملے کرکے مسلمانوں کے مرکز قائم کرنے کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور آخر تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ جنگ خندق کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قریش کی آخری کوشش تھی۔ اب ان کے دانت کھٹے ہوگئے ہیں۔ اب ہماری باری ہے کہ خدا کے گھر کو بتوں کے ناپاک وجود سے پاک کردیں۔

ہجرت کو ابن عباسؓ نے اسلام کی فتح عظیم قرار دیا ہے۔ اگر ہم ہجرت کے نتائج پر غور کریں تو اس کی حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ ہجرت سے ملت اسلامیہ کی انفرادی حیثیت وجود میں آئی۔ اس سے قبل مکہ میں مشرکین کی آبادیوں میں بکھرے ہوئے چند نفوس تھے' لیکن مدینہ میں پہنچ کر وہ ایک مضبوط ملت بن گئے تھے۔

ہجرت سے قبل مسلمان دشمن کے نرغے میں چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے اور انہیں طرح طرح کی تکالیف کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ہجرت انہیں ظلم و ستم کی فضا سے نکال کر پرامن ماحول میں لے آئی۔ جہاں انہیں نہ جان و مال کا خطرہ تھا اور نہ تبلیغ حق کی راہ میں کوئی رکاوٹ تھی۔ ہجرت مدینہ سے مسلمانوں کا ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا۔ جس کی بنیاد مواخات پر رکھی گئی تھی۔ اس معاشرے میں رمضان کے روزوں سے تزکیہ نفس اور زکوٰۃ کے ذریعے مال و متاع کی تطہیر ہو رہی تھی۔ مسجد نبوی سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور سب مل کر اللہ کے حضور سربسجود ہو کر اپنی بندگی کے اقراری تھے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات تھا۔ لیکن مکے میں رہ کر اس سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں راہ نمائی حاصل کرنا مشکل تھا۔ جہاں مسلمان ایک ستم رسیدہ قوم تھی اور ان کے راستے میں گوناگوں مشکلات حائل تھیں۔ اس جبر کی فضا سے نکل کر مسلمان مدینہ پہنچے اور وہاں ایک آزاد اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔

مکے میں قریش مکہ اسلام کی ترقی کی راہ میں دیوار بن کر کھڑے ہوگئے تھے۔ تیرہ سالہ مکی دور میں ان تھک کوششوں کے باوجود چند خوش نصیب بھی اسلام کی دولت سے

Marfat.com

مالا مال ہوئے لیکن ہجرت مدینہ نے اشاعت اسلام کی نئی راہیں کھول دیں۔

مکے میں مسلمان کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی معیشت پر قریش کا دباؤ تھا۔ ہجرت مدینہ نے انہیں ایک پرامن ماحول دیا۔ جس سے مسلمانوں نے تجارتی میدان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔

ہجرت مدینہ نے وطن پرستی کے بت کو پاش پاش کے دنیا پر واضح کر دیا کہ قومیں اوطان سے نہیں بلکہ نظریات سے وجود پاتی ہیں۔ مہاجرین مکہ نے کمال ایثار سے اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑے تو اہل مدینہ نے اپنے گھربار اور مال و متاع سے مہاجرین کے حق میں دست بردار ہو کر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے لئے عزیز ترین متاع زیست ان کا دین ہے۔

ہجرت مدینہ تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسلامی کلنڈر کا اجراء میلاد النبی ﷺ یا بعثت نبوی ﷺ کے بجائے سن ہجرت سے کیا۔

حضرت جویریہؓ سے نکاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کی غرض سے بہت سی فوج تیار کی ہے۔ آں حضرت صلعم نے حضرت بریدہؓ کو صورت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر بتایا کہ خبر درست ہے۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ان پر حملہ کر دیا۔ اس غزوے میں دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی ہاتھ لگے۔

انہی قیدیوں میں سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں اور حضرت ثابت نے انہیں مکاتبہ بنا دیا۔ حضرت جویریہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۹ اوقیہ سونا زر کتابت کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ مین تمہارا زر کتابت ادا کروں اور تم سے نکاح کرلوں۔" حضرت جویریہؓ راضی ہوگئیں۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ

Marfat.com

و آلہ وسلم نے زر کتابت دے کر نکاح کر لیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے نکاح:

"حضرت زینب رضی اللہ عنہا آں حضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب جو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کیا۔ آپ صلعم نے اپنے غلام اور منہ بولے بیٹے کی شادی قریش کی ایک ممتاز خاتون سے کر کے قومی اور ذاتی مفاخر کو ختم کر کے انسانیت کے لئے روشن مثال قائم کی۔

یہ شادی ایک سال تک چلی اور اس عرصے میں حضرت زیدؓ کئی بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے رویے کی شکایت لے کر آئے اور آخر نوبت طلاق تک پہنچی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے خود نکاح کیا۔ اس سے زمانہ جاہلیت کی یہ رسم دم توڑ گئی کہ متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کو حقیقی بیٹے کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

حدیبیہ کی صلح:

مہاجرین کو مکہ معظمہ چھوڑے تقریباً چھے سال بیت چکے تھے۔ کچھ کعبے کی زیارت کو ترس رہے تھے اور بعض اپنے عزیزوں کی دید کے لئے بے چین تھے۔ دونوں جذبے فطری تھے۔ ہجرت کے مقدس فریضے نے اس فطری جذبے کو دبا دیا تھا۔ لیکن اب چھٹے سال جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب بتایا کہ وہ اصحاب کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف ادا کر رہے ہیں تو ان کا فطری جذبہ بیدار ہو گیا۔ اصحاب کا اصرار جب بے حد بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے یکم ذی قعد ۶ھ کو ستر اونٹ قربانی کے لئے اور ایک ہزار چار سو صحابہ کو ہم راہ لے کر مکہ کو روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے قربانی کے اونٹ آگے بھیج دئے اور خود احرام باندھ لیا تا کہ اہل مکہ جان لیں کہ مسلمان جنگ کرنے کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کی نیت سے آرہے ہیں۔

یہ کارواں چاہ حدیبیہ میں پہنچا جو مکہ معظمہ سے ایک {۳۶} منزل کے فاصلے پر ہے، اور اس کی خبر قریش مکہ کو ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کی راہ روکنے کا تہیہ کر لیا اور

Marfat.com

پیغام بھیج کر تمام دوست قبائل کو جنگ کے لئے جمع کر لیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ ہمیں جنگ و جدل سے کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ دیر تک واپس نہ آئے تو آپ ﷺ کو فکر ہوگئی۔ اس دوران میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے انہیں شہید کر ڈالا۔ آں حضرت ﷺ نے اٹھ کر فرمایا۔ ''اب ہم پر جنگ مسلط کر دی گئی۔''

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ببول کے ایک درخت کے نیچے جمع کر کے ان سے بیعت لی کہ اگر قصاص عثمان کے لئے قریش سے لڑنا بھی پڑا تو وہ آخری دم تک ثابت قدم رہیں گے۔ مسلمانوں کی بیعت کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورہ الفتح ۱۸)

کی نسبت سے بیعت {۳۷} رضوان کہلائی۔ اس بیعت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمان کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے داہنے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد میں یہ افوا بے بنیاد ثابت ہوئی اور حضرت عثمانؓ بخیر و عافیت واپس پہنچ گئے۔

قریش اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہے۔ انہوں نے عروہ بن مسعود کو اپنا نمائندہ بنا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس نے دربار نبوت کی کیفیت دیکھی تو دنگ رہ گیا۔ اس نے واپس جا کر قریش کو بتایا تو وہ بھی بے حد متاثر ہوئے۔

قریش کا مسلمانوں کو زیارت کعبہ سے روکنا ان کی مذہبی حیثیت کو متاثر کر سکتا تھا۔ اس لئے اہل مکہ نے سہیل بن عمرو کو اس شرط کے ساتھ روانہ کیا کہ مسلمان اس بار واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال انہیں حج کی اجازت ہوگی۔ جب سہیل {۳۸} بن عمرو حدیبیہ پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا معاملہ سہل فرما دیا۔ بہت سی ردوکد کے بعد حسب ذیل شرائط پر صلح نامہ حدیبیہ طے پایا۔

Marfat.com

۱۔ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔
۲۔ آئندہ سال انہیں حج کی اجازت ہوگی لیکن ان کا صرف تین روز مکہ میں قیام رہے گا۔
۳۔ مسلمان غیر مسلح آئیں گے صرف عرب رواج کے مطابق ایک تلوار ساتھ رکھ سکیں گے۔
۴۔ عرب کے قبائل اس بات کے لئے آزاد ہوں گے کہ جس کے ساتھ چاہیں' معاہدہ کرلیں۔
۵۔ جو مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکے آ جائے اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
۶۔ اگر اہل مکہ میں سے کوئی شخص مدینہ جائے تو اسے مسلمان واپس بھیجنے کے پابند ہوں گے۔
۷۔ دس برس تک دونوں فریق آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

صلح نامہ کی تحریر کا کام حضرت علیؓ کے سپرد ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جاتے اور علیؓ لکھتے جاتے تھے۔ سہیل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تحریر پر اعتراض کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن و رحیم کون ہے۔ بلکہ بسم اللھم لکھیے۔ کیونکہ اس سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنی پورے ہوتے تھے۔ لہٰذا رسول ﷺ اللہ نے اسی کی تحریر کا حکم دیا۔ بسم اللہ کے بعد یہ عبارت لکھی گئی کہ یہ صلح نامہ محمد رسول ﷺ اللہ نے قریش مکہ سے کیا۔ اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر آپ ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ لفظ رسول ﷺ اللہ کاٹ کر محمد ابن عبداللہ تحریر کرو۔ حضرت علیؓ نے عرض کہ میں آپ ﷺ کو رسول اللہ مان چکا ہوں۔ اس لئے اسے کاٹ کر منکر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسے کاٹ دیا اور کہا کہ اب محمد ابن عبداللہ لکھو۔

ابھی معاہدے پر فریقین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو کے فرزند ابوجندلؓ زنجیروں سمیت حدیبیہ پہنچ گئے۔ سہل نے ابوجندلؓ کو دیکھ کر دستاویز ہاتھ سے رکھ دی اور کہا شرط کے مطابق یہی پہلا شخص ہے جسے آپ کو واپس کرنا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی دستاویز پر دستخط نہیں ہوئے۔ شرائط کی پابندی تحریر

Marfat.com

ختم ہونے پر لازم ہوگئی مگر سہیل نہ مانا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجندل ؓ کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے دستاویز پر مہر لگادی۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت:

قریش نے پہلی بار مسلمانوں کو نہ صرف اپنا ہم پلہ تسلیم کیا تھا بلکہ دس سال تک جنگ نہ کرنے کی شرط رکھ کر مسلمانوں کو طاقتور فریق مان لیا تھا۔ قریش کا خوف و ڈر دور ہوتے ہی بدو قبائل مسلمان ہونے لگے۔ اس طرح متعدد قبائل نے سطوت اسلام کو قبول کرکے مدینہ کی دولت مشترکہ میں شمولیت اختیار کرلی۔

صلح نامہ حدیبیہ کے نتیجے کے طور پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ صلح کے بعد مسلمانوں کا کافروں کے ساتھ میل ملاپ اور آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ کافروں نے مسلمانوں کو آنکھوں سے دیکھا اور اسلامی تعلیمات کو کانوں سے سنا تو شک و شبہات کے بادل چھٹتے گئے۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک دو برس کے عرصے میں اسلام کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ گذشتہ انیس برس میں نہ ہوئی تھی۔ اس عرصے میں عمرو بن عاص' خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ جسے نامی سپہ سالاروں نے اسلام قبول کیا۔

صلح حدیبیہ{۳۹} میں اس شرط نے کہ "قریش کا کوئی آدمی اگر مسلمان ہوکر مدینے چلا جائے تو اسے واپس کردیا جائے گا۔" مایوس کردیا تھا لیکن جلد ہی اس کے نتائج سامنے آنے لگے۔ اب مسلمان مدینہ کا رخ کرنے کی بجائے ساحل شام پر عیص کے مقام پر آباد ہونے لگے۔ جلد ہی ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی اور انہوں نے قریش کی شامی تجارت کو کاٹ کر رکھ دیا۔ قریش نے سب سے پہلے اسی شرط کو ختم کرنے اور عیص سے مسلمانوں کو مدینہ بلانے کا مطالبہ کیا۔

بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال نے مسلمان ہونے کے بعد قریش پر غلہ بند کردیا۔ قریش ایک عرصے سے قحط سالی میں مبتلا تھے۔ اب غلہ بند ہونے سے وہ مردار کھانے پر مجبور ہوگئے۔ چنانچہ ابوسفیان مدینہ آیا اور درخواست کی کہ آپ ثمامہ کو ہدایت فرمائیں کہ وہ غلے کو نہ روکے۔ آپ ﷺ نے قحط سالی کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غربا کے لئے پانچ سو دینار اور ابوسفیان کو کھجوروں

Marfat.com

کا تحفہ دے کر رخصت کیا۔ آپ ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو ایک فرمان کے ذریعے ہدایت کی کہ وہ قریش کا غلہ نہ روکے۔

صلح حدیبیہ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طرف سے کسی قدر اطمینان حاصل ہوا تو آپ ﷺ نے پڑوسی ممالک کے سربراہوں کو قبول اسلام کے دعوت نامے بھیجے جس سے کئی سردار اسلام لے آئے اور اسلام عرب سے نکل کر بین الاقوامی حیثیت اختیار کرگیا۔

صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید' عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ جیسی مقتدر اور معروف شخصیتیں شامل تھیں۔ جب یہ تینوں نامی سردار جن کو شرافت اور شجاعت سارے عرب میں مسلمہ تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے ہیں۔ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا دیباچہ ثابت ہوئی۔ دو سال تک مسلمانوں کو ستانے اور اپنی جمعیت میں اضافے کا موقع مل گیا۔ دو سال بعد قریش نے تنگ آکر خود ہی معاہدہ توڑنے کا اعلان کیا اور مسلمانوں کو مکہ پر حملہ کرنے کا عذر ہاتھ آگیا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو بعض شرائط تو بالکل پسند نہ تھی اور وہ کچھ رنجیدہ بھی ہوئے' لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست و سیادت نے ثابت کردیا کہ ان شرائط کے اندر قریش کی ناکامی پنہاں تھی۔ اس کی تصدیق رب کائنات نے اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا اور بعد کے حالات نے اسے "فتح مبین" ثابت کردیا۔

سلاطین کو دعوت اسلام:

صلح حدیبیہ کے بعد کفار مکہ سے اطمینان حاصل ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ ملکوں کے بادشاہوں اور حاکموں کے نام خطوط تحریر کیے۔ اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں روم اور ایران تھیں۔ روم کا بادشاہ قیصر اور ایران کا بادشاہ کسریٰ کہلاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہم عصر' نجاشی بادشاہ حبش' ہرقل قیصر

Marfat.com

روم، مقوقش شاہ مصرو اسکندریہ، کسریٰ پرویز شاہ ایران، حارث بن ابی الشمر غسانی بادشاہ شام، ہوذہ حاکم یمامہ اور جیفر و عبد حاکمان عمان کے پاس سفیروں کے ذریعے سے خطوط ارسال فرمائے۔ ان خطوط کی عبارت نہایت مختصر ہوتی تھی۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد ﷺ بن عبداللہ جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے فلاں بادشاہ کو۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بندہ اور رسول ہے جو تمہیں دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو تمہاری قوم بھی ہدایت سے محروم رہ جائے گی۔ اس لئے ان کی گم راہی کی ذمہ داری بھی تم پر ہی پڑے گی۔ عیسائی بادشاہوں کے مراسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ ہونے اور اللہ کے نبی ہونے کا ذکر ہوتا تھا۔ چند اہم ملکوں کی خط و کتابت کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

قیصر روم:

قیصر روم کا نام ہرقل تھا اور وہ نصرانی مذہب کا عالم تھا۔ اس کی طرف حضرت دحیہ کلبیؓ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ خط کا مضمون اس نوعیت کا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"خدا کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو سلامتی پاؤ گے۔"

اگر تم مسلمان ہوگئے تو خداوند تعالیٰ تجھے دگنا اجر دے گا اور اگر تو نے انکار کیا تو تیری ساری رعایا کا وبال بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ، ہم ایک ایسی بات پر متفق ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے۔ یہ کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں گے۔ اس کے سوا کسی کو رب نہیں ٹھہرائیں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے۔ اگر تم انکار کرتے ہو تو گواہ رہو ہم اس رب العزت کے تابع فرمان اور مسلمان ہیں۔

Marfat.com

(خط سربمہر کر کے قاصدوں کو روانہ کیا جاتا۔ مہر پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ تھے۔)

جب ہرقل کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ملا تو اس نے روم میں تجارت کی غرض سے آئے ہوئے عربوں کو دربار میں طلب کیا تا کہ ان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات معلوم کر سکے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان روم میں تھا۔ ابوسفیان اس وقت تک نہ صرف اسلام سے بیگانہ بلکہ آپ صلعم کے دشمنوں کا سردار تھا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے بہت سی باتیں دریافت کیں۔ حالات سننے کے بعد ہرقل کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا "واقعی وہ سچا پیغمبر ہے۔ ایک آخری پیغمبر ضرور آنے والا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم میں سے ہو گا مگر وہ عرب میں پیدا ہو گیا۔"

ہرقل نے دل سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کر لیا لیکن کھلم کھلا اس کا اعلان نہ کیا۔ قیصر نے حضرت دحیہؓ کو تحائف دے کر رخصت کیا۔

مقوقس شاہ مصر:

مقوقس شاہ مصر بھی نصرانی مذہب کا عالم تھا۔ اس لئے اسے بھی اسی مضمون کا خط تحریر کیا گیا جو شاہ ہرقل کو لکھا گیا تھا۔ شاہ مصر کی طرف حضرت حاطب بن ابی ابلتعہؓ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ شاہ مقوقس نے نہایت ادب و تعظیم سے خط وصول کیا اور حاطبؓ کو بڑے احترام سے اپنے ہاں ٹھہرایا۔

شاہ مقوقس نے آپ کے خط کے جواب میں ایک مراسلہ تحریر کیا جس میں لکھا "مجھ کو معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے، لیکن میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہو گا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ میں نے آپ ﷺ کے لئے دو لونڈیاں {۴۰} بھیجی ہیں۔ قبطیوں میں ان کی بڑی عزت ہے اور آپ ﷺ کے لئے ایک پوشاک اور سواری کے لئے ایک خچر ہدیہ کیا ہے۔ "والسلام۔"

حضرت ماریہ قبطیہؓ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انہی کے بطن سے آپ ﷺ کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔

Marfat.com

نجاشی شاہ حبش:

نجاشی شاہ حبش نصرانی مذہب کا عالم تھا۔ اسے بھی اسی مضمون کا خط تحریر کیا گیا جو شاہ ہرقل اور شاہ مقوقس کو لکھے گئے تھے۔ شاہ حبش پہلے ہی دعوت حق سے آشنا ہو چکا تھا۔ کیونکہ کئی مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے اس کے ملک میں پناہ لے چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ لے کر نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ نجاشی نے نہایت ادب اور مسرت کے ساتھ خط وصول کیا اور پڑھتے ہی مسلمان ہوگیا۔

نجاسی نے قیمتی تحفے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کے جواب میں اس مضمون کا خط تحریر کر کے اپنے بیٹے ارح کو دے کر بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط محمد ﷺ رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کی طرف سے:

اے پیغمبر خدا! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی جو تعریف آپ نے تحریر فرمائی ہے' خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ نہیں۔ اگلی کتابوں اور گذشتہ پیغمبروں نے آپ ﷺ ہی کے متعلق خبر دی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے سچے نبی ہیں۔"

کسریٰ ایران:

ساسانی خاندان کا بادشاہ خسرو پرویز کسریٰ{۴۱} ایران تھا۔ کسریٰ ایران زرتشی مذہب کا پیرو تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط لکھا اور عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ فارس کے نام۔

"اسلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو اور اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ خدا نے مجھے تمام دنیا کا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں۔ اسلام قبول کر لو تو سلامت رہے گا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہو گا۔"

حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر کسریٰ پرویز کے پاس پہنچے۔ کسریٰ اپنے نام سے پہلے محمد رسول اللہ کا نام دیکھ کر اس قدر غضب ناک ہوا کہ اسی جوش میں اس نے نامہ مبارک چاک کر دیا۔

کسریٰ ایران نے یمن {۴۲} کے حاکم باذان کو حکم دیا کہ مدینہ سے مدعی نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذان نے دو فوجی افسر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرفتاری کر کے مدینہ بھیجے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رعب نبوت سے تھر تھر کانپنے لگے اور بڑی مشکل سے باذان کا پیغام آپ تک پہنچایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے حاکم کو بتاؤ کہ خسرو پرویز رات کو اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے۔ دونوں فوجی افسر واپس لوٹے اور حاکم یمن سے کہا کہ رسول ﷺ نے یہ خبر دی ہے۔ چند دن بعد خبر کی تصدیق ہو گئی اور باذان حاکم یمن نے اسلام قبول کر لیا۔

ہوذہ حاکم یمامہ:

ہوذہ حاکم یمامہ نے قبول اسلام کے لئے یہ شرط پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنا جانشین بنا لیں۔ رسول ﷺ خدا نے اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کی اور فرمایا جانشینی کا اختیار خداوند تعالیٰ کو ہے۔

Marfat.com

حارث غسانی بادشاہ شام:

حارث غسانی بادشاہ شام کی طرف شجاع بن وہبؓ کو خط دے کر بھیجا گیا۔ وہ پہلے تو خط پڑھ کر بہت بگڑا اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی دھمکی دی مگر بعد میں قاصد رسول ﷺ کو اعزاز سے رخصت کیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔

جیفر و عبد حاکم عمان:

جیفر و عبد حاکم عمان کی طرف عمرو بن العاصؓ خط لے کر پہنچے۔ انہوں نے نامہ مبارک پڑھنے کے بعد عمرو بن العاصؓ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کئے۔ اس کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام سب مذاہب سے بہتر ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور سچے دل سے مسلمان ہوگئے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد:

ام حبیبہ بنت ابو سفیان جو مسلمان ہوتے ہی اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ چلی گئی تھیں۔ وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور یہ لاوارث ہوگئیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے نجاشی شاہ حبش کو لکھا کہ اگر ام حبیبہ منظور کریں تو ان کے ساتھ میرا عقد کر دو۔ چنانچہ ام حبیبہ نے منظور کیا اور بادشاہ نے چار سو درہم مہر ادا کرکے عقد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا جناب جعفرؓ کے ہم راہ مدینہ تشریف لے آئیں۔

جنگ خیبر:

خیبر مدینہ منورہ سے شام کے راستے پر ۹۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں یہودیوں کے دس مضبوط قلعے تھے۔ مدینہ منورہ سے شہر بدر ہونے والے یہودی بھی خیبر میں جا آباد ہوئے تھے۔ اس طرح خیبر یہودیوں کا گڑھ بن گیا تھا۔

یہودیوں نے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی کمزوری سمجھتے ہوئے انہوں نے قبیلہ غطفان اور بنی اسد کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں پر ایک زبردست حملے کی تیاری کرنے لگے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ

Marfat.com

نے خیبر کے یہودیوں سے جہاد کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ محرم ۷ھ میں چودہ سو صحابہ ؓ نے خیبر پر چڑھائی کر دی۔ چوں کہ یہودیوں کو ابھی باہر سے مدد نہیں ملی تھی۔ اس لئے وہ قلعہ بند ہو گئے۔

صحابہ کبھی ایک قلعہ فتح کرتے اور پھر دوسرے کی طرف بڑھ جاتے۔ کبھی حضرت ابوبکر ؓ علم بردار ہوتے تھے، کبھی حضرت عمر ؓ، کبھی حضرت عثمان ؓ اور کبھی حضرت علی ؓ ۔ صحابہ ؓ نے شجاعت و جواں مردی کے خوب جوہر دکھائے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہود کے نو قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ خیبر کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ القموص تھا۔ اب فوج اسلام نے ادھر کا رخ کیا۔ حضرت ابوبکر ؓ امیر لشکر تھے دن بھر لڑائی جاری رہی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ دوسرے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حضرت عمر ؓ کے سپرد فرمایا مگر اس روز بھی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ آخر آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب میں جھنڈا اس شخص کے حوالے کروں گا۔ جو اس قلعے پر ضرور قبضہ کرے گا۔ صحابہ ؓ بڑے شوق سے منتظر تھے کہ دیکھیں یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔ اگلے روز آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو علم عطا فرمایا۔

حضرت علی ؓ نے علم ملتے ہی قلعہ القموص پر چڑھائی کر دی۔ مرحب جو قلعے کا سردار تھا یہ کہتا ہوا باہر نکلا کہ خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ بہترین مسلح اور انتہا کا تجربہ کار بہادر ہوں۔ اس لمحے مرحب کے بھائی حارث نے بڑھ کر حضرت علی ؓ پر حملہ کر دیا، لیکن حضرت علی ؓ کے پہلے ہی وار سے حارث کا سر کٹ کر زمین پر گرا پڑا۔ یہ دیکھ کر مرحب آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے غضب ناک ہو کر حضرت علی ؓ پر ایک بھرپور وار کیا۔ حضرت علی ؓ نے اس کا وار خالی دے کر ذوالفقار کا ایک ایسا زبردست وار کیا کہ تلوار خود کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی۔ یہ دیکھ کر یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور پسپا ہو کر قلعے میں محصور ہو گئے۔

حضرت علی ؓ نے آگے بڑھ کر القموص کے آہنی دروازے کو اکھاڑ دیا، اور مسلمان "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے۔ القموص کی فتح کے ساتھ ہی خیبر کی فتح مکمل ہو گئی۔ اس جنگ میں یہودیوں کا اس قدر مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

Marfat.com

خیبر سے واپسی پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فدک کے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ کیونکہ ان کو دعوت اسلام دی گئی تھی اور انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ پہلے خیبر سے فارغ ہو لو پھر ہم سے نپٹنا۔ خیبر کی فتح نے ان کے حوصلے پست کر دیئے۔ جب حضرت علیؓ پہنچے تو بغیر جنگ کے انہوں نے صلح کی درخواست کی اور فدک کا نصف رسول خدا کو دینا قبول کیا۔ رسول خدا ﷺ نے یہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔{۴۴}

حج بیت اللہ:

صلح حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ مسلمان اگلے سال حج کے لئے آئیں اور اپنے ساتھ تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ لائیں۔ مکہ معظمہ میں تین دن قیام کرکے واپس چلے جائیں۔ ماہ ذی قعد ۷ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ہزار صحابہؓ کو لے کر خانہ کعبہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ نے شہر کو خالی کر دیا۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تین روز مکہ معظمہ میں قیام فرما کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ واپس ہوئے۔ آپ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث سے عقد فرمایا۔

سریہ موتہ:

سریہ موتہ ۸ھ میں پیش آیا۔ حارث بن عمر نامہ رسول ﷺ لے کر حاکم بصرہ کے پاس جا رہے تھے کہ مقام موتہ پر سرجیل نے ان کو روک کر شہید کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور زید بن حارثؓ کو علم بردار بنایا۔ آپ ﷺ نے ہدایت کی اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر طیارؓ ابن ابی طالب کو علم دار بنا لیا جائے۔ اگر وہ بھی شہادت پا جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ علم دار ہوں گے اور ان کی شہادت کے بعد مسلمان جسے چاہیں اپنا علم دار بنا لیں۔

تین ہزار صحابہ کا لشکر حضرت زید بن حارثؓ کی قیادت میں روانہ فرماتے ہوئے لشکر کو ہدایت کی کہ پہلے دعوت اسلام دینا۔ اگر نہ مانیں اور جنگ ناگزیر ہو جائے تو عورتوں، بچوں، معذوروں اور پادریوں کو کچھ نہ کہنا۔ گھروں کو ویران نہ کرنا، پھل دار

Marfat.com

درخت نہ کاٹنا اور کھیتوں کو برباد نہ کرنا۔

حضرت زید بن حارث ؓ نے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے سرجیل کو دعوت اسلام دی لیکن اسے اپنے ٹڈی دل لشکر کے سامنے مسلمانوں کے تین ہزار کی کوئی حیثیت نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے اس نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ لڑائی ہوئی۔ حضرت زید ؓ شہید ہوگئے، علم حضرت جعفر ؓ نے سنبھالا۔ شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن انہوں نے جام شہادت نوش کیا اور علم حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کے ہاتھ میں آیا۔ یہ بھی شہید ہوگئے تو پھر مسلمانوں نے حضرت خالد ؓ بن ولید کو امیر لشکر بنایا۔ حضرت خالد ؓ بن ولید نے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے نو تلواریں توڑیں اور اپنی عقل مندی اور تدبر سے لشکر اسلام کو دو لاکھ کے نرغے سے بچالانے میں کامیاب ہوگئے۔

جنگ موتہ کے گھمسان کے دن کے روز حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ ؓ سے خطاب فرماتے ہوئے۔ حضرت زید ؓ، حضرت جعفر ؓ، اور حضرت عبداللہ ؓ کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا اب علم اسلام اللہ کی تلواروں میں سے "سیف اللہ"{۴۶} ایک کو دیا گیا ہے اور اسی کے ہاتھ پر فتح ہے۔

Marfat.com

فتح مکہ:

۸ھ میں سورہ فتح نازل ہونا شروع ہوئی۔ جس کا ابتدائیہ جملہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا تھا۔ اس کے اسباب یوں پیدا ہوئے کہ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ عرب کا ہر قبیلہ اس بات کے لئے آزاد ہے کہ وہ فریقین میں سے جس کا حلیف چاہے بن جائے۔ لیکن فریقین کو ایک دوسرے کے حلیف قبائل سے بھی صلح و امن سے رہنا ہوگا۔ چنانچہ قبائل عرب میں سے بنو خزاعہ رسول اللہ صلعم کے اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔

بنو خزاعہ اور بنو بکر میں دیرینہ عداوت تھی۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی نہ ہوئے تھے کہ دونوں قبیلوں میں کسی معمولی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ بنو بکر نے قریش کو ساتھ ملا کر بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی۔ لیکن ظالموں نے اس پاک سرزمین کا بھی خیال نہ کیا اور حدود حرم میں بنی خزاعہ کا خون بہایا۔ بنو بکر نے ایسا کرکے نہ صرف عرب کے عام دستور کو ہی نظرانداز کیا جس کی رو سے حرم کعبہ میں خون بہانا ممنوع تھا بلکہ معاہدہ حدیبیہ کو بھی پامال کر دیا۔

بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کا وفد لے کر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بنو بکر و قریش کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعات سنے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! تمہاری ضرور مدد کی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ ذیل کی شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کریں۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش نے قاصد رسول کی ان شرائط کے جواب میں جوش میں آکر تیسری شرط منظور کرلی۔ اسلامی قاصد کی واپسی پر قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے ابو سفیان کو فوری مدینہ پہنچ کر تجدید معاہدہ کرنے کو کہا۔ ابو سفیان فوراً مدینہ پہنچا اور اپنی

Marfat.com

بیٹی ام حبیبہؓ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کے گھر پہنچا۔ ابوسفیان نے تجدید معاہدہ کی درخواست کی مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضمن میں ابوسفیان کی استدعا پر کوئی مثبت یا منفی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو درمیان میں ڈالنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ حضرت علیؓ کے مشورے پر مسجد نبوی مین تجدید معاہدہ کا اعلان کر کے لوٹ گیا۔

ابوسفیان کی واپسی کے بعد آں حضرت اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کو تیار ہو جانے کا حکم فرمایا۔ جب مسلمان کوچ کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت حاطب(ا) بن ابی بلتعہ نے سارہ نامی کنیز (یہی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ مقوقس شاہ مصر کے پاس قاصد رسول صلعم بن کر گئے تھے۔) کے ذریعے مسلمانوں کی تیاری کی خیبر قریش مکہ کو کرنا چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو تعاقب میں روانہ فرمایا۔ جنہوں نے راستے میں سارہ کو جالیا اور اس سے خط برآمد کر کے مدینہ واپس لوٹ آئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطبؓ سے جواب طلبی کی لیکن معاف فرما دیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہزار لشکر کے ساتھ مکہ کی جانب کوچ فرمایا۔ راستے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ مع اہل و عیال ہجرت کر کے مدینے آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا "جس طرح میری نبوت آخری ہے اسی طرح عباسؓ کی ہجرت آخری ہے۔" آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کے اہل و عیال کو مدینہ بھیج دیا اور ان کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کو مکہ سے باہر پڑاؤ کرایا اور پھر قریش مکہ کو لشکر اسلامی کی آمد سے باخبر اور مرعوب کرنے کے لئے تمام دستوں کو الگ الگ آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ اہل مکہ نے حد نگاہ تک آگ روشن دیکھی تو خوف زدہ ہو کر ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عباسؓ بھی اس جستجو میں تھے کہ کوئی ملے تو اہل مکہ کو خبر پہنچائیں کہ کل اسلامی لشکر تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے آکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کی خدمت میں پناہ کی درخواست کرو۔ اتفاق سے ابوسفیان ادھر آنکلا اور حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عباسؓ نے اسے انجام سے ڈرایا تو ابوسفیان نے کانپتے ہوئے حضرت عباس سے امان حاصل کرنے کی مدد چاہی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اسے لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو تلوار لے کر لپکے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اس وقت اسے اپنے خیمے میں لے جائیں، اس کا فیصلہ صبح ہوگا۔

حضرت عباسؓ اگلی صبح ابوسفیان کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آں حضور صلعم نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر کہا "کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم کو معلوم ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" ابوسفیان نے کہا "بے شک اگر کوئی شریک خدا ہوتا تو آج اس مصیبت میں میری ضرور مدد کرتا۔" اے ابوسفیان "کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم جان لیتے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔" ابوسفیان نے جواب دیا کہ "ابھی اس بات کی طرف دل میں کچھ شبہ ہے۔" چنانچہ حضرت عباسؓ کے سمجھانے پر ابوسفیان نے کلمہ توحید پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ "جو کوئی ابوسفیان کے گھر اور خانہ کعبہ میں داخل ہوگا وہ پناہ پائے گا اور جو شخص اپنا دروازہ بند رکھے گا، وہ بھی امن میں رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو دامن کوہ پر بٹھا دو جہاں سے وہ اسلامی لشکر کو گزرتے ہوئے دیکھے۔ حضرت عباسؓ نے لے جا کر اسی جگہ بٹھا دیا۔ جب اسلامی لشکر بڑی شان و شوکت سے ابوسفیان کے سامنے سے گذرا تو ابوسفیان نے کہا، عباسؓ تمہارے بھتیجے کو بڑی بادشاہی ملی ہے۔ انہوں نے کہا، ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں بلکہ شوکت پیغمبری ہے۔"

ابوسفیانؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اہل مکہ کے پاس گئے اور انہیں سمجھایا کہ مسلمانوں کا ٹڈی دل لشکر بڑی دھوم دھام سے چلا آرہا ہے۔ اس کا مقابلہ تمہارے بس کا روگ نہیں۔ میں تمہیں وقت پر اطلاع دے رہا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے ایسا لشکر لائے ہیں کہ جس کا تم کچھ علاج

Marfat.com

نہیں کر سکتے۔ ابوسفیان ؓ نے اعلان کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر، حرم اور تمہارے گھروں کو امن کی جگہ قرار دیا ہے۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر ؓ اور حضرت سعد ؓ بن عبادہ کو مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ سعد ؓ نے کہا کہ آج ہم کعبہ کو حرم نہیں رکھیں گی۔ کسی صحابی نے یہ بات آپ ﷺ تک پہنچائی تو آپ نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ سے علم لے لو اور تم حضرت زبیر ؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو۔ حضرت خالد ؓ بن ولید کو نشیب کی طرف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ حضرت زبیر ؓ اور حضرت علی ؓ بغیر کسی رکاوٹ کے شہر میں داخل ہو گئے لیکن حضرت خالد ؓ بن ولید کو عکرمہ بن ابوجہل کے تیراندازوں سے مقابلہ کرنا پڑا جس کے نتیجے میں دو مسلمان شہید ہوئے اور تیرہ مشرک قتل ہوئے، اور بالآخر وہ بھی مکہ میں داخل ہو گئے۔

کعبہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر سات چکر لگا کر کعبہ کا طواف کیا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ ؓ سے لے کر کعبہ کے اندر اور باہر جتنی تصاویر تھیں، مٹا دیں اور کعبہ کے اردگرد کے تین سو ساٹھ بت توڑ دیئے اور فرمایا:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

حق آ پہنچا ہے اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل ایک مٹنے والی چیز ہے۔

کعبہ کو شرک کی آلائشوں سے پاک کرنے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نماز ظہر ادا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:

"ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے محمد رسول اللہ کی مدد فرمائی۔ جان لو زمانہ جاہلیت کے جملہ مفاخر، انتقام، اور خون بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ آئندہ خون بہا ایک سو اونٹ ہو گا۔ جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا تعالیٰ نے مٹا دیا۔ تمام انسان آدم ؑ کی اولاد ہیں اور آدم ؑ مٹی سے بنے

Marfat.com

تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمہاری شناخت کے لئے خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا۔ اللہ کے ہاں بہتر وہ ہے جو متقی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دانا اور واقف کار ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔"

اس کے بعد آپ نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے اہل مکہ! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں" قریش کی طرف سے ابوسفیان ؓ نے کہا "آپ ﷺ ایک شریف اور بامروت بھائی ہیں۔" پھر ارشاد ہوا "جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں" اس پر ابوسفیان ؓ نے سب کی طرف سے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر ؓ کے ہمراہ صفا پر تشریف لے گئے اور مردوں سے بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ مردوں سے اس بات پر بیعت لی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنو اور اس پر عمل کرو۔ مردوں کے بعد عورتوں کی بیعت کی باری آئی۔ ان میں ہندہ بنت عتبہ' ابوسفیان کی بیوی بھی موجود تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی کو{۴۷} شریک نہ جانیں گے" اس نے کہا کہ آپ ہم پر مردوں سے ایک چیز زیادہ کرتے ہیں---- پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بدکاری سے بچو"---- ہندہ نے کہا کیا کوئی شریف عورت ایسا کر سکتی ہے---- پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنی اولاد کو قتل نہ کرو"---- ہندہ نے کہا "ہم نے اپنے بچوں کو پالا اور آپ نے انہیں جنگ بدر میں مار ڈالا---- پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کسی پر تہمت مت باندھو"---- ہندہ نے کہا "خدا کی قسم یہ بری عادت ہے---- پھر آپ ﷺ نے فرمایا "نیک کام میں ہمارے حکم سے مت پھرو"---- ہندہ نے کہا "بے شک آپ ﷺ اچھے کاموں کے سوا ہم کو کچھ نہیں سکھاتے۔" اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق عورتوں سے بیعت لی۔"{۴۸}

Marfat.com

غزوہ حنین:

فتح مکہ کے بعد بہت سے قبائل نے اسلام قبول کیا۔ لیکن ہوازن اور بنو ثقیف کے قبیلوں نے بنی سعد' بنی ہلال اور بنی خضر کو اپنے ساتھ ملا کر چار ہزار کا لشکر تیار کر کے مسلمانوں سے زور آزمائی کی ٹھان لی۔ ان کے ذہن میں تھا کہ مکہ والے شہری تھے وہ تلوار چلانا کیا جانیں' مسلمان جب ہمارے مقابلے میں آئیں گے تو انہیں جنگ کی حقیقت معلوم ہوگی۔ اس جنگ سے یہ فائدہ بھی اٹھانا چاہتے تھے کہ اہل مکہ کے جس قدر باغات اور جاگیریں طائف میں ہیں وہ مال غنیمت بن کر ان کی ہو جائیں گی اور مسلمانوں سے بت شکنی کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک صحابی کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر ہوازن اور ثقیف قبائل کے جنگی عزائم کی تصدیق کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ دس ہزار مدنی فوج اور دو ہزار مکی فوج کا لشکر تیار ہوگیا۔

وادی حنین مکہ معظمہ سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مسلمانوں کا بارہ ہزار کا لشکر اس طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر کہا کہ آج ہم مغلوب نہیں ہوسکتے۔ وادی حنین میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بنی ہوازن تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو تنگ درے میں آلیا اور تیروں کی بارش برسانا شروع کی۔ مسلمانوں کے لشکر کا اگلا حصہ مکی دستے پر مشتمل تھا جو ابھی مسلمان ہوئے تھے۔ وہ تیروں کی بارش کے آگے ثابت قدم نہ رہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا پیچھے ہٹنا تھا کہ پوری فوج بدحواس ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ حتیٰ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت عباسؓ' فضل بن عباسؓ' اور اسامہ بن زیدؓ' چند صحابہ رہ گئے۔ آپ ﷺ نے اس نازک وقت میں کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے دائیں بائیں دیکھ کر انصار کو پکارا۔ آپ ﷺ نے جلال نبوت کے لہجے میں فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابن عبدالمُطلب

Marfat.com

(میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔)

حضرت عباس ؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ اس لئے آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ اس آواز کو سنتے ہی ہر طرف سے مسلمان آپ ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو لے کر ایک بھرپور حملہ کیا۔ جس سے دشمن کے ستر آدمی مارے گئے اور باقی فوج بھاگ نکلی۔

جنگ حنین میں شکست کھا کر بنو ہوازن قلعہ اوطاس میں جا چھپے اور بنو ثقیف بھاگ کر طائف کے قلعے میں جا پہنچے۔ طائف مکہ معظمہ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری ؓ اور ان کے چچا ابوعامر اشعری ؓ کو تھوڑے سی فوج دے کر اوطاس بھیجا۔ ابوعامر اشعری ؓ شہید ہوگئے لیکن ابوموسیٰ اشعری نے قلعہ اوطاس سر کرلیا۔ غزوہ اوطاس میں چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بکریاں' چار ہزار اوقیا چاندی اور چھے ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ بھی لگے۔ جن میں آں حضرت ﷺ کی رضاعی بہن شیما بنت الحارث (حلیمہ سعدیہ کی بیٹی) بھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے لطف و کرم سے تین غلام' ایک باندی اور چند بکریاں دے کر رخصت کیا۔

طائف کی طرف رسول ﷺ خدا خود بڑھے اور طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ بیس دن تک جاری رہا لیکن شہر فتح نہ ہوسکا۔ چوں کہ اسلام کو ہوازن اور ثقیف کے اٹھتے ہوئے فتنے کی صرف روک تھام مقصود تھی اور وہ مقصد پورا ہوچکا تھا۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اٹھالینے کا حکم دیا۔

محاصرہ چھوڑ کر آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر تشریف لائے۔ جہاں مال غنیمت کا ذخیرہ کر رکھا تھا۔ یہاں بنی سعد کے ایک سردار زہیر نے آگے بڑھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا بنی سعد سے آپ کا رضاعت کا رشتہ ہے اور وہ آپ سے مہربانی کی توقع رکھتے ہیں۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالمطلب کی اولاد کے حصے کے غلام اور باندیاں آزاد کردیں۔ جب مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں

Marfat.com

نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس طرح چھے ہزار قیدیوں کو رہائی مل گئی۔

اس کے بعد مال غنیمت کو سب خاندانوں میں تقسیم کیا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت قریش اور دیگر قبائل کو دے دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا تو ان کو بڑا رنج ہوا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے کہہ ہی دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نظرانداز کر کے مال غنیمت اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے سعد{۴۹} بن عبادہ ؓ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو حاضر کرو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا "کیا تم اس بات پر رنجیدہ ہوگئے کہ میں نے مال غنیمت ایک قوم کے قلوب کی تالیف کے لئے دے دیا۔ تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو جاؤں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر سن کر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں اور انہوں نے یک زبان ہو کر کہا "ہم رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر راضی ہیں۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ میں پندرہ روز قیام فرمایا اور پھر نو مسلموں کی تعلیم و تربیت اور مکہ کے انتظام و انصرام کے لئے معاذ بن جبل ؓ کو نامزد کر کے مدینہ واپس ہوئے۔

غزوہ تبوک:

رجب ۹ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ہرقل قیصر روم مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے زبردست تیاریاں کر رہا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ بڑھ کر دشمن کا رستہ روک لیا جائے تا کہ وہ مدینے پر حملے کی غلطی نہ کر بیٹھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجاہدین اسلام کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے حلیف قبائل سے بھی مدد طلب فرمائی۔ منافقوں نے جو اسلام کا غلبہ دیکھ کر بظاہر مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر بھکانا شروع کیا کہ اس جنگ میں جانا موت کو دعوت دینا ہے۔ کیونکہ یہ اعراب کی جنگ نہیں بلکہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ ہے۔

Marfat.com

عرب کے موسم کے مطابق یہ دن انتہائی گرمی کے تھے اور کھجوروں کی فصل پک کر تیار تھی۔ عربوں کے لئے سال بھر کا ذریعہ معاش کھجوروں کی فصل ہی تھی۔ تاہم کسی ایک مسلمان نے بھی حضور ﷺ کی اس دعوت پر پس و پیش کرنے کا خیال نہ کیا اور وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر آمادہ سفر ہو گئے۔ اس طرح تیس ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔

اتنے بڑے لشکر کے لئے اب ضروری اخراجات کا انتظام باقی تھا اور یہ اس لئے بھی مشکل نظر آ رہا تھا کہ ان دنوں عرب میں {۵۰} قحط کا دور دورہ تھا اور نئی فصل ابھی درختوں پر تھی۔ حضور ﷺ نے "اَنفِقُوْا فِیْ سبیل اللّٰہ" کا اعلان فرمایا تو حضرت عثمان غنیؓ نے سو اونٹ، سو گھوڑے اور ایک ہزار اشرفی پیش کئے۔ حضرت عمرؓ اس نیت سے گھر کا آدھا مال لے کر چلے کہ آج حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سبقت نہیں لے جانے دوں گا۔ لیکن جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو گھر کا سارا مال ان کے ہم راہ تھا۔{۵۱}

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود لشکر کو ساتھ لے کر تبوک کی جانب روانہ ہوئے۔ تبوک سرحد شام پر مدینے سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے بڑا علم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سپرد فرمایا اور پھر ہر قبیلے کا جھنڈا اس کے سردار کے حوالے کیا۔ غرض اسلام کا یہ لشکر منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا چودہ دن میں تبوک پہنچ گیا۔ جب روم کے بادشاہ کو فوج اسلام کے جوش و جذبے اور تیاری کی اطلاع ملی تو اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس روز قیام فرمایا۔ اسی مقام پر قیصر روم کے ماتحت حکام ایلہ، جرما اور اذرح نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امان طلب کر کے جذیہ دینا قبول کیا۔

اس کے بعد لشکر اسلام جنگ کے بغیر اپنا مقصد حاصل کر کے مدینہ واپس لوٹ آیا۔

انہدام مسجد ضرار:

منافقین نے مسجد قبا کے مقابلے میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد

Marfat.com

ضرار تعمیر کی تھی۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک پر جانے لگے تو منافقین نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ انشاء اللہ واپسی پر پڑھاؤں گا۔ واپسی کی خبر پا کر یہ لوگ آگے بڑھے تا کہ رسول اللہ مسجد ضرار میں نماز ادا فرمائیں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مسجد ضرار کی حقیقت واضح کر دی اور ۹ھ آپ ﷺ نے اسے ڈھا دینے کا حکم فرمایا۔

ابراہیمؓ کا انتقال:

آپ ﷺ کے فرزند ابراہیمؓ ام المومنین ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے اور اب ۹ھ میں ان کی عمر ۱۸ ماہ کی ہو چکی تھی۔ وہ اچانک اتنے بیمار ہوئے کہ ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور پھر ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشک بار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیمؓ کی وفات کے دن سورج گرہن تھا۔ بعض صحابہ کہنے لگے کہ سورج کو ابراہیمؓ کی موت کے سبب گہن لگا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات سنی تو صحابہ کرام کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور فرمایا "چاند سورج خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ وہ کسی کی موت یا حیات کے سبب نہیں گہناتے۔ جب تم سورج یا چاند گہن دیکھو تو نماز پڑھ کر خدا کا ذکر کرو۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے۔"{۵۲}

اہل طائف کا قبول اسلام:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپس تشریف لانے کی خبر اہل طائف نے سنی تو ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت ان میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ عبدیالیل{۵۳} بن عمرو اہل طائف کی طرف سے وکیل بن کر آیا۔ آپ ﷺ نے ان لوگون کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کرایا۔ عبدیالیل اور ان کے ہمراہیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے آں حضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن ابی وقاص کو طائف کا حاکم مقرر فرمایا اور مغیرہ بن شعبہؓ کو لات کے بت کو توڑنے کا فریضہ سونپا۔

Marfat.com

فرضیت حج:

۹ھ میں حج فرض ہوا۔ اسی سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو صحابہ ؓ کا ایک قافلہ حج کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو امیرالحج بنا کر بھیجا اور انہیں ہدایت کردی کہ سب کو حج کا اسلامی طریقہ بتائیں۔

اعلان برات:

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی روانگی کے بعد سورہ برآت کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں یہ حکم تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو یہ آیتیں دے کر اونٹنی پر سوار کرکے روانہ کیا' اور رستے میں ہی حجاج کے قافلے کو جالیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے امیرحج ہونے کی حیثیت سے ارکان حج ادا کئے اور اس کے بعد حضرت علی ؓ نے سورہ برات کی آیات سنائیں۔

۹ھ کے آخر میں زکوٰۃ کی فرضیت غیرمسلم قوموں کے لئے جزیہ اور سود کی تحریم نازل ہوئی۔

عام الوفود:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبوک سے مدینے واپس آتے ہی وفود کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ۱۰ھ کے آخر تک وفود کی آمد اور قبائل عرب کے اسلام میں داخل ہونے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

مسیلمہ بن حبیب:

مسیلمہ کذاب یمامہ کا رہنے والا تھا۔ وہ بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ ۱۰ھ مدینہ آیا۔ بنی حنیفہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور مسیلمہ ان کے سامان کی نگرانی پر رہا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا۔ اس نے واپس جاکر خود اعلان نبوت کیا اور رسول ﷺ اللہ کو ایک خط لکھا۔

Marfat.com

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف، معلوم ہو کہ میں نبوت میں تمہارا شریک بنایا گیا ہوں اور زمین آدھی میرے لئے اور آدھی قریش کے لئے مقرر ہوئی۔ لیکن قوم قریش اپنی حد کے اندر نہیں رہتی۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد یہ معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے مالک بنا دیتا ہے اور عاقبت کی کامرانی متقیوں کے لئے ہے۔"

(مسیلمہ کذاب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کے عہد خلافت میں اپنے انجام کو پہنچا۔)

حجتہ الوداع:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے معاہدہ حدیبیہ کے اگلے سال اور فتح مکہ کے موقعے پر دو حج اصغر فرما چکے تھے۔ ۱۰ھ ذی قعد کے مہینے میں حضور ﷺ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اس سال ہم حج اکبر کو جائیں گے۔ چوں کہ یہ آپ ﷺ کا آخری حج تھا۔ اس لئے اسے حجتہ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارادہ حج سن کر تمام عرب ہم رکابی کے لئے ٹوٹ پڑا۔ روانگی کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کی جماعت اور قربانی کے سو اونٹ تھے۔ مکہ میں اتوار کے روز ۴ ذی الحجہ کو داخل ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے خانہ کعبہ گئے۔ وہاں آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نماز پڑھی اور دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر کوہ صفا پر آئے۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد اعلان فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ احرام کھول دے۔ حضرت علیؓ بھی یمن سے مکہ پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شامل کر کے حج اکبر کی اجازت دے دی۔

۸ ذی الحجہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں نمرہ بستی کے قریب خیمہ میں رات بسر کی۔ اگلے روز ۹ ذی الحجہ صبح اپنی

Marfat.com

اونٹنی قصوا پر سوار ہوئے اور جبل عرفات کا رخ کیا۔ جب آپ ﷺ پہاڑی پر چڑھے تو آپ ﷺ کے اردگرد لاکھوں مسلمان تھے۔ زوال شمس کے بعد آپ میدان عرفات میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبے کا انداز یہ تھا کہ آپ ایک جملہ ارشاد فرما کر چپ ہو جاتے اور ربیعہ بن امیہ اس جملے کو باآواز دہراتے۔

خطبے کے اختتام کے فوراً بعد میدان عرفات میں ہی یہ آیت تکمیل دین نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام بطور دین پسند کیا۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آں حضرت اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ مغرب کی نماز مزدلفہ میں ادا فرمائی اور رات پھر وہیں آرام فرمایا۔

۱۰ ذی الحجہ طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کی طرف کوچ کیا۔ منیٰ میں رمی فرما کر قربان گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر سو اونٹوں کی قربانی کی۔ پھر مناسک کا آخری فرض سر منڈوانا ادا کیا۔ اس سے فارغ ہو کر احرام کھول دیا۔ اسی دن دس ذالحجہ کو عیدالاضحیٰ کہلاتی ہے۔ منیٰ سے روانہ ہو کر مکہ میں طواف زیارت کیا اور آب زم زم پیا پھر منیٰ لوٹ آئے اور منیٰ میں تین دن ایام تشریق گذارے۔

قیام منیٰ میں ایام تشریق کے دوران میں آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ خطبہ دیا اور مکہ سے مدینہ واپسی پر غدیر خم (خم کا تالاب) پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں خطبہ غدیر خم دیا۔ خطبے دین اسلام کا خلاصہ ہیں اور انہیں بین الاقوامی منشور کی حیثیت حاصل ہے۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری:

مدینہ پہنچ کر رسول ﷺ اللہ بیمار رہنے لگے۔ کبھی طبیعت سنبھل جاتی اور کبھی

Marfat.com

بگڑ جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام و فلسطین کی سرحدوں کی خبریں سن کر مسلمانوں کو روم سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سالار لشکر بنا کر سب اکابر صحابہؓ کو ان کے ماتحت کر کے روانگی کا حکم دیا۔ حضرت اسامہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری کے لئے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو مدینہ میں چھوڑا اور خود لشکر لے کر مدینہ سے ایک کوس باہر مقام جرف میں قیام فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اس لئے صحابہ کے قدم آگے نہیں اٹھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے اور پھر چلے جاتے تھے۔ بعض لوگوں کو حضرت اسامہؓ کے سالار لشکر ہونے پر اعتراض تھا۔ یہ بات جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا زیدؓ اول المسلمین ہے اور اس کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے۔

وصال:

جب طبیعت زیاہ علیل ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمایا۔ جب تک آپ ﷺ میں آنے جانے کی طاقت رہی آپ ﷺ برابر مسجد میں تشریف لا کر نماز پڑھاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ ﷺ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ جب عشا کی نماز کا وقت آیا تو آپ ﷺ کو غش پر غش آنے لگے۔ جب ہوش سنبھلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ کئی دن تک حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے۔ ایک دن طبیعت ذرا سنبھلی تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ امامت کر رہے تھے آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ نے اشارے سے روک دیا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں قبول کرے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے' اسے اختیار کرے۔ میں نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں۔"

دنیا میں اپنی امت میں کسی کو دوست بنا سکتا تھا تو وہ ابکر صدیق ؓ ہیں۔ اس دنیا میں جس کی دولت اور دوستی کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ؓ ہیں۔ مسجد کے رخ کوئی دریچہ ابوبکر ؓ کے دریچے کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔

تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا' دیکھو تم ایسا نہ کرنا۔ حلال اور حرام کی نسبت میری طرف نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی اور وہی چیز حرام کی جو خدا نے حرام کی۔

جب آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما چکے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں واپس تشریف لے آئے۔ حجرہ شریف مسجد سے ملا ہوا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

آخر وہ گھڑی آ پہنچی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اعلیٰ سے ہونے والا تھا۔ لیکن یہ گھڑی امت کے لئے بے حد جان کاہ اور جان گداز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ {۵۴} تاریخ کو پیر کے دن بوقت عصر ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار بقا کو سدھارے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

حضرت عائشہ ؓ کے حجرے میں لحد کھودی گئی اور حضور ﷺ کے جسد مقدس کو اس لحد میں اتار دیا گیا۔ بعد میں اس جگہ ایک سبز قبہ بنایا گیا جو گنبد خضرا کے نام سے مشہور ہوا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ حضرت عائشہ ؓ حضرت عمر ؓ کے پہلوئے حضرت ابوبکر ؓ میں دفن ہونے تک اسی حجرے میں مقیم رہیں جس کے ایک کونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً کَثِیْرًا کَثِیْرًا

Marfat.com

باب پنجم

تعلیمات مدنی دور

مدنی دور اھ سے ۱۱ھ تک محیط ہے۔ اس مدنی دور میں ۲۸ سورتوں کا نزول ہوا جس میں توحید' رسالت' ذکر آخرت اور قصص الانبیاء کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا۔ اس طرح دین اسلام مکمل ضابطہ حیات بن گیا۔ یہاں ان مذہبی فرائض اور دوسرے احکامات کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

روزہ:

مکہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم عاشورہ کے روز فرعون سے بچ کر دریائے نیل سے پار ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تو ہم کو موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں شامل ہونے کا زیادہ حق ہے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے مدینے میں عاشورے کا روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۲ھ میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشورہ کا روزہ مستحب ہو گیا۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے علاوہ بھی اکثر روزے سے ہوتے اور عاشورے کا روزہ تو برابر رکھتے رہے۔ ۲ھ میں ہی عید الفطر کے دن صدقہ فطر دینا واجب قرار پایا۔

زکوٰۃ:

صدقہ و خیرات پر اسلام میں ابتدا ہی سے عمل ہوتا تھا۔ مکی سورتوں میں زکوٰۃ کا

Marfat.com

ذکر آیا ہے وہ وہ غرباء و مساکین کی مالی معاونت کا ہی ہے۔ مدینہ منورہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان میں بھی زکوٰۃ کی تاکید موجود ہے لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم فتح مکہ کے بعد نازل ہوا۔

حج:

۹ھ میں حج فرض ہوا۔ کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حیا سوز نظارہ دیکھنا گوارا نہیں تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیرالحج بنا کر تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کے لئے روانہ کیا۔

حضرت ابوبکر مدینہ سے روانہ ہو چکے تو سورۂ برات کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تبلیغ کے لئے مکہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے سورہ برات کی آیتوں کو پڑھ کر سنایا اور بار بار اعلان کیا۔

۱۔ آئندہ کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔

۲۔ آئندہ مشرکین کو حج کی اجازت نہ ہوگی۔

نکاح و طلاق:

اسلام سے پہلے عرب میں نکاح کے بہت سے طریقے جاری تھے۔ جن میں متعہ بھی نکاح کی ایک قسم تھی۔ زمانہ جاہلیت کا یہ طریقہ کئی مرتبہ حرام اور کئی مرتبہ حلال ہوا لیکن ۷ھ میں بالکل حرام ہو گیا۔

نکاح اور طلاق کے دوسرے احکام ۴ھ اور ۵ھ میں نازل ہوئے۔ ان میں محرمات شرعی کا بیان، ازواج کی تحدید، تعداد طلاق کا تعین، زمانہ عدت کا بیان، حق مہر کا ضروری ہونا، ظہار یعنی اپنی بیوی کو محرمات سے تشبیہ دینا اور لعان یعنی شوہر کا اپنی بیوی کی عصمت پر شبہ کرنا وغیرہ کی تفصیلات موجود ہیں۔

اسلام میں مسلمانوں کے لئے ازواج کی زیادہ سے زیادہ تعداد چار مقرر کی گئی ہے۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ کی اجازت کیوں دی گئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ تاہم تاریخ کے مطالعے سے جو بات سامنے

Marfat.com

آتی ہے وہ تحریر کیے دیتے ہیں۔

آپ کی شادیوں پر کسی ہم عصر نے اعتراض نہیں کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انہیں وقتی تقاضوں کے عین مطابق سمجھتے تھے۔ آں حضرت پیغمبر اسلام اور ایک ریاست کے حکمران تھے۔ آپ ﷺ کے ہاں ازواج مطہرات کی صورت میں سات آٹھ مرکز قائم تھے۔ جن میں غریبوں' یتیموں اور ناداروں کی کفالت ہوتی تھی۔ یہ فلاحی مراکز نہ صرف آپ ﷺ کے عہد میں کام کرتے رہے بلکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری رہے۔ یہاں امہات المومنین کا مختصر احوال تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ ؓ:

آپ رضی اللہ عنہا کی رفاقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۵ برس میسر رہی۔ آپ ؓ کا انتقال ۱۰ ن میں ہوا۔ اور اس سال کو آپ ﷺ نے عام الحزن قرار دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ؓ کے بارے میں فرمایا۔ "جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی' جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں اور جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی۔"

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ وہ آپ ؐ پر جان سے فدا ہوتی تھیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا اس قدر پاس خاطر فرماتے تھے کہ ان کی زندگی میں دوسری شادی کرنے کا خیال تک نہ آیا۔

حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان و غمگین رہنے لگے تھے۔ دوسری طرف حضرت سودہ ؓ اپنے خاوند سکران ؓ بن عمرو کے انتقال کے بعد تنہا اور بے نوا رہ گئیں تھیں۔ اس کے علاوہ ان کے بڑھاپے نے انہیں اور بھی افسردہ خاطر کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہربانی اور رحم کے طور پر ۱۰ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔ اس عزت افزائی نے نہ صرف حضرت سودہ ؓ کا غم غلط کر دیا بلکہ ان کے بیٹے عبدالرحمان کی کفالت بھی بخوبی ہونے لگی۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ:

حضرت ابوبکر صدیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقؓ کے گھرانے کا فرد بننے کے لئے حضرت عائشہ سے ۱۰ھ میں نکاح کیا۔ مردوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ جیسے زیرک اور فطین اصحاب درس گاہ نبوت سے سیاست، حکمت، تدبر اور حکومت الہیہ کی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ اسی طرح امور معاشرت اور تدبیر منزل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایسی خاتون کا انتخاب ضروری تھا جو اعلیٰ ذہین، روشن خیال اور بافراست ہو اور اسے کاشانہ نبوت میں رہ کر معاشرتی آداب، منزلی اطوار اور نسوانی مسائل کے سننے اور سمجھنے کا موقعہ ملے۔ یہ حکمت ربانی حضرت عائشہؓ کے نکاح سے پوری ہوئی۔ اسی لئے وہ سفر و حضر میں اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ رہتی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ دین کا چوتھائی حصہ ان کی وجہ سے محفوظ ہوا۔

آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین نے حضرت عائشہؓ کے لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں میل لانے کی پوری کوششیں کی۔ منافقین حضرت عائشہؓ کے ذریعے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنا چاہتے تھے۔ ان کا پروپیگنڈہ اتنا موثر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھرانہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سب اپنی اپنی جگہ پریشان تھے۔ {۵۵}

ایک ماہ کے بعد اللہ سمیع و بصیر نے بذریعہ وحی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی تصدیق فرمائی۔ "بے شک (اے مسلمانو!) جن لوگوں نے (ام المومنین حضرت عائشہؓ کے خلاف) بہتان باندھا تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس (بہتان) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہوا (اس سے کھرے کھوٹے کی پہچان ہو گئی) بہتان باندھنے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا وہ اس کی سزا بھگتے گا اور ان میں سے جس نے بہتان باندھا اس کو بڑی سخت سزا دی جائے گی۔" (ترجمہ آیت ۱۱ سورہ نور)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو وصال تک تعلیم و تربیت میں

Marfat.com

شریک رکھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بسر کیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عائشہؓ بعد میں بھی اسی حجرے میں مقیم رہیں جس کے ایک کونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہمسائیگی کو اپنے لئے باعث فخر و سعادت سمجھتی رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۴۸ برس زندہ رہیں۔ اور آپؓ کے حجرے سے دین و دنیا کی بھلائی تقسیم ہوتی رہی۔ حضرت عائشہؓ بڑی فیاض تھیں۔ خلفائے راشدین کی طرف سے آپ کو جو وظیفہ ملتا۔ وہ راہ خدا میں تقسیم فرما دیتیں۔ عبداللہ بن زبیر کے عہد میں ابن زبیر کی طرف سے جو کچھ آتا وہ سب راہ خدا میں خرچ کر ڈالتیں۔ ایک مرتبہ ابن زبیر کی زبان سے اس کی شکایت نکل گئی تو حضرت عائشہؓ نے ترک کلام کی قسم کھالی۔ ابن زبیر آپؓ کے بھانجے تھے اور ان کی پرورش آپؓ کے ہاں ہوئی تھی اور اسی نسبت سے آپؓ کی کیفیت ام عبداللہ تھی۔ ابن زبیرؓ کو قسم تڑانے میں بڑی دشواری اور سفارشوں کا سہارا لینا پڑا اور آخر چالیس غلام آزاد کر کے آپؓ ابن زبیرؓ سے راضی ہوئیں۔

حضرت حفصہؓ:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے خاندانی تعلق پیدا کرنے کے لئے حضرت حفصہؓ سے ۳ھ میں نکاح کیا۔ حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی دختر تھیں۔ جنگ بدر کے بعد ان کے شوہر خنیس کا انتقال ہو گیا اور وہ اکیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ کو ان کی شادی کی فکر ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی اور خاندانی تعلق قائم کرنے کے لئے نکاح کر لیا۔

حضرت حفصہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چونتیس سال زندہ رہیں اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں ۴۵ھ کو وفات پائی۔ آپؓ کا حجرہ بھی غریبوں، یتیموں اور ناداروں کی کفالت کا مرکز تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت امیر معاویہؓ تک جو وظیفہ ملتا رہا وہ راہ خدا میں بٹتا رہا۔

Marfat.com

حضرت زینبؓ :

حضرت زینب بنت خزیمہ انتہائی فیاض اور سخی تھیں۔ اس لئے زمانہ جاہلیت ہی میں لوگ ان کو ام المساکین (مسکینوں کی ماں) کہا کرتے تھے۔ پہلے ان کی شادی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی لیکن جنگ احد میں شہید ہو گئے تو ۳ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا۔ اس وقت انکی عمر تیس برس تھی۔ ام المومنین بننے سے چند ماہ بعد انتقال ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ام سلمہؓ :

ہند بنت سہیل کا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ یہ ان کے چچازاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں اکٹھے اسلام لائے اور حبشہ کی ہجرت کی۔ وہاں سلمہ نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اسی نسبت سے ام سلمہؓ کہلاتی تھیں۔

ان کے شوہر ابو سلمہ بڑے شاہ سوار تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے لیکن غزوہ احد میں زخمی ہو کر ۴ھ میں انتقال کیا۔ ابو سلمہ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ امید سے تھیں۔ وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنا چاہا تو انہوں نے چند عذر پیش کیے۔

۱۔ میں سخت غیور عورت ہوں۔

۲۔ صاحب عیال ہوں۔

۳۔ میری عمر زیادہ ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام زحمتوں کو گوارا فرمایا جس کے نتیجے میں حضرت ام سلمہؓ نکاح ثانی پر رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے عمر سے کہا "بیٹا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو۔ چنانچہ شوال ۴ھ میں آپ کی سنت نکاح ادا ہو گئی۔"

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ کے بعد فضل و کمال میں ان ہی کا درجہ ہے۔ ابن سعد طبقات میں روایت حدیث اور نقل احکام میں حضرت عائشہؓ کے سوا اور تمام امہات المومنین پر ان کی فضیلت بتاتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت زینبؓ :

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیری بہن تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کا عقد زیدؓ سے کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ جو حضرت زینبؓ کے بھائی تھے وہ اس رشتہ سے راضی نہ تھے۔ عرب اپنے عہد کے رسم و رواج کے مطابق اشراف کی بیٹیاں آزاد شدہ غلاموں کے نکاح میں دینا اپنی توہین سمجھتے تھے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتا دینا چاہتے تھے کہ کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر نسلی فوقیت حاصل نہیں ہے بلکہ اسلام تقویٰ کو بنیاد بناتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو مٹانے کے سلسلے میں اپنے خاندان سے پہل کی۔ اس طرح حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہو گیا۔ لیکن اس جوڑے میں نباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زیدؓ نے کئی بار حضرت زینبؓ کی شکایت کی لیکن آپ نہیں چاہتے تھے کہ یہ جوڑا ٹوٹ جائے۔

ارشاد خداوندی ہوا "آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ خدا کی ذات ایسی ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو طلاق کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا حکم دے کر اسلام سے قبل متبنیٰ کو پسر حقیقی کے جو حقوق دیئے جاتے تھے انہیں باطل قرار دے دیا۔

نکاح کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ وصال کے بعد سب سے پہلے وفات پانے والی ام المومنین، حضرت زینبؓ ہیں۔ آپؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے عہد خلافت ۲۰ھ میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت ضرب المثل تھی، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے سالانہ نفقہ بھیجا تو اس پر کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا "میرے رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دو۔" برزہؓ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے، حضرت زینبؓ نے سب برزہؓ کو عنایت کر دیا۔

Marfat.com

حضرت جویریہ ؓ:

حضرت جویریہ ؓ بنت حارث قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔

مسافع بن صفوان ان کا پہلا شوہر تھا۔ جب لشکر اسلام نے اس قبیلے پر فتح پائی تو مسافع جنگ میں مارا گیا۔ اور حضرت جویریہ ؓ قیدی بن کر آئیں۔ جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو وہ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی عزت خاندانی کے بعد حالت بے کسی پر رحم آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غلامی سے خرید کر اپنے نکاح میں لے لیا اور ہمیشہ ان کے ساتھ رحم و مہربانی سے پیش آتے رہے۔

حضرت جویریہ ؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۴۱ برس زندہ رہیں اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے عہد خلافت میں ۵۲ھ میں اکہتر برس کی عمر میں آپ ؓ کی وفات ہوئی۔

حضرت ام حبیبہ ؓ:

ان کا اصلی نام رملہ اور ام حبیبہ کنیت تھی۔ یہ ابو سفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ ان کا پہلا شوہر عبداللہ بن جحش، جو پہلے مسلمان تھا مگر حبشہ میں جا کر عیسائی ہو گیا اور اس نے ام حبیبہ ؓ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بے کسی اور غریب وطنی کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حاکم حبش کو لکھا کہ وہ ام حبیبہ ؓ سے رضامندی لے کر میرا نکاح ان سے کر دو۔ اس طرح ۷ھ میں نجاشی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق مہر ادا کر کے نکاح پڑھایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہم راہ مدینہ بھیج دیا۔

حضرت ام حبیبہ ؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلمکے وصال کے بعد ۳۳ برس زندہ رہیں۔ اور ۴۴ھ میں وفات پائی اور دمشق میں مدفون ہوئیں۔

Marfat.com

حضرت میمونہؓ:

میمونہ بنت حارث پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے نکاح میں تھیں، مسعود نے طلاق دے دی تو ابو رہم بن عبدالعزی نے نکاح کر لیا۔ ابو رہم کے انتقال کے بعد حضرت عباسؓ کی بیوی ام فضل اپنی بہن میمونہ کی سرپرست بنیں۔ حضرت میمونہؓ اپنی عمر کے ۲۶ ویں منزل میں تھیں اور رشتے میں حضرت خالد بن ولید کی خالہ تھیں۔ ۵ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چالیس برس زندہ رہیں۔ آپؓ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔

حضرت صفیہؓ:

اصل نام زینب تھا جنگ خیبر میں مال غنیمت کے ساتھ آئیں اس لئے صفیہ مشہور ہوئیں۔ ان کا والد یہود کا سردار حی بن اخطب تھا اور والدہ کا نام ضرہ تھا۔ یہ نجیب الطرفین تھیں۔ باپ قبیلہ بنو نضیر کا سردار اور ماں قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھی۔ ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی تھی۔ اس نے طلاق دے دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئی۔ کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا تو حضرت صفیہ اسیر ہو کر مدینہ آئیں اور مسلمان ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو اپنے عقد میں لے لیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے اور ہر موقع پر ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۳۹ برس زندہ رہیں۔ ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

وراثت:

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے قرآن حکیم کے سورہ بقرہ میں وصیت کا قاعدہ جاری کیا تھا لیکن جب جنگ بدر کے بعد اسلام میں وسعت آنا شروع ہوئی اور خاندان کے خاندان مسلمان ہو گئے تو وراثت کے ایک مخصوص قانون کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیات میراث نازل کر کے وراثت کے تمام احکام کی تشریح کر دی۔

Marfat.com

وقف:

۴ھ یا ۵ھ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ "تم نیکی اس وقت تک نہیں پا سکتے۔ جب تک وہ خدا کی راہ میں نہ دے دو جو تم کو سب سے محبوب ہے۔" ۷ھ میں جنگ خیبر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں ایک زمین ملی۔ انہوں نے اسے وقف کرنا چاہا۔ چنانچہ اس غرض کے لئے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر چاہو اصل جائیداد باقی رکھو اور منافع صدقہ کر دو۔"

حدود اور تعزیرات:

حدود اور تعزیرات کے اکثر قوانین ہجرت کے چند سال بعد نازل ہوئے۔ جنگ بدر کے بعد قصاص کا حکم نازل ہوا۔ اہل عرب میں خوں بہا کا قانون موجود تھا۔ اسلام نے چند اصلاحات کے ساتھ اسے قائم رکھا سورہ بقرہ میں ہے کہ (ترجمہ) اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو اس کی پابندی خوبی کے ساتھ کرنا اور اسے بطور احسن ادا کرنا چاہیے۔"

قتل عمد' راہ زنی' چوری' زنا' شراب نوشی اور قذف وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ سزاؤں کے متعلق مفصل احکام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

حلال اور حرام:

مکہ معظمہ میں سورہ انعام نازل ہوئی۔ اس کے اٹھارہویں رکوع میں حلال و حرام کے متعلق یوں تشریح فرمائی (ترجمہ) کہہ دے کہ مجھ پر وحی اتری ہے۔ اس میں کسی کھانے والے پر کوئی شے حرام نہیں ہے۔ ہاں اگر حرام ہے تو مردار' بہتا ہوا خون اور سور کا گوشت کیوں کہ یہ چیزیں ناپاک ہیں۔ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر چڑھایا جائے وہ بھی حرام ہے۔ مگر جو بھوک سے' نہ کہ نافرمانی اور گناہ کی ارادے سے ان میں سے کچھ کھا لے تو تیرا رب معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۷ھ میں جانوروں میں حلال و حرام کی تفریق کی گئی یعنی گدھا' درندہ جانور اور پنجہ دار پرندے حرام قرار دیئے گئے۔

Marfat.com

شراب کی حرمت کے متعلق بتدریج احکام نازل ہوئے اور آخر ۸ھ میں شراب پینے کشید کرنے اور اس کے علاوہ اس کی خرید و فروخت بھی قطعاً حرام قرار دی گئی۔

سود خوری کے احکام بھی بتدریج نازل ہوئے۔ ۸ھ کے قریب سورہ بقرہ کی یہ آیت اتری ترجمہ "مسلمانو! خدا سے ڈرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم سچے مومن ہو۔ اگر یہ نہ کرو۔ تو خدا اور رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر باز آجاؤ تو تمیں تمہارے اصل رقم کا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔"

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے عرب میں اعلان کرا دیا کہ آج سے سودی کاروبار ختم کیا جاتا ہے۔ ۹ھ میں اہل نجران سے صلح کے عہد نامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ "سود نہ لیں گے۔"

۱۰ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاریخی خطبہ دیا اس میں اسلام کے چیدہ چیدہ اصولوں پر اس انداز سے روشنی ڈالی کہ نہ صرف اسلامی تعلیمات یک جا ہو گئیں بلکہ مضمون کی بندش اور زبان کی روانی نے اس خطبے کو خاتم الخطبات بنا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میری بات غور سے سنو کیوں کہ میں اس سال کے بعد اس جگہ شاید تم سے مل سکوں۔ بے شک تمہارا رب ایک ہے اور جد اعلیٰ ایک ہے۔ سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ آدم مٹی سے بنے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں صرف وہی معزز ترین ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ برتری صرف تقویٰ کے سبب سے ہے۔

اے لوگو! قیامت تک کے لئے تمہاری جانیں اور تمہارا مال ایک دوسرے کے لئے اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اور یہ مہینہ محترم ہے۔ کسی شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے۔ جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت ہو وہ اس کے مالک کے حوالے کر دے۔

عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کی جواب دہی کرے گا۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ باپ کے جرم کا ذمہ بیٹے پر یا بیٹے کے جرم کا

Marfat.com

ذمہ باپ پر عاید نہیں ہوگا۔

آج سے ہر قسم کا سود ختم کیا جاتا ہے۔ تم صرف اصل رقم کے حق دار ہو۔ تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سود کو ختم کر دیا جائے۔ عباسؓ بن عبدالمطلب کے جو سود دوسروں کے ذمہ واجب ہے وہ ختم کیا جاتا ہے۔

سنو۔ جس قدر خون زمانہ جاہلیت کے تھے سب ختم کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون میں معاف کرتا ہوں۔

یاد رکھو

محترم مہینوں کا بدل دینا کفر کے دور کی زیادتی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں مہینوں کی تعداد قطعی طور پر بارہ ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ان کی تعداد یہی چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں ان میں چار مہینے قابل احترام ہیں تین متواتر مہینے ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم اور ایک مہینا اکیلا ہے یعنی رجب۔

اپنی ماں کا حق ادا کرو۔ باپ کا حق ادا کرو' بھائی کا حق ادا کرو۔ اس کے بعد درجہ بہ درجہ رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔ میں تمہیں پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔

اے لوگو! تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر مرد کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کا بستر الگ کر دو اور ایسی بدنی سزا دو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ پھر اگر وہ ان باتوں سے باز آجائیں تو دستور کے مطابق ان کے کھانے پینے کا خیال رکھو۔ عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے رہو۔ وہ تمہارے نکاح میں آجانے سے تمہاری پابند ہو جاتی ہیں اور اپنے نفس کی مالک نہیں رہتیں۔

اپنے غلاموں کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ غلام نے اپنی موالی کے سوا کسی اور سے نسبت جتائی یا کسی نے اپنے باپ کے سوا کسی دیگر شخص کا بیٹا ہونے کا دعوی کیا تو اس پر قیامت تک اللہ کی فرشتوں

Marfat.com

کی اور لوگوں کی لعنت ہوگی۔

لوگو۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اس کو ناحق نہ مارو' زنا نہ کرو اور چوری سے باز رہو۔

اگر تم پر سیاہ فام نکٹا غلام بھی امیر بنایا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق حکم چلائے تو اس کی اطاعت کرو۔

اے لوگو۔ سرزمین عرب میں شیطان اپنی پرستش سے ہمیشہ کے لئے ناامید ہو گیا ہے لیکن وہ اس پر بھی خوش ہوگا کہ اس کے علاوہ ان دوسرے گناہوں میں اس کی اطاعت کی جائے۔ جنہیں تم بڑے گناہوں میں شمار نہ کرو گے۔

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو۔ میں نے خدائی پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور تم ان لوگوں تک پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

خطبہ کے اختتام کے فوراً بعد میدان عرفات میں ہی یہ آیت تکمیل دین نازل ہوئی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا

(آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام بطور دین پسند کیا)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کو بھی قیامت تک محفوظ کر دیا۔"

ارشاد خداوندی ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنتہ لمن کان
یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا

"البتہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہتر نمونہ ہے۔ اس کے لئے جو

Marfat.com

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انس و جن کے لئے اسوہ حسنہ موجود ہے۔ بچپن میں بنو سعد قبیلہ میں پرورش پائی۔ رضاعی بہن بھائیوں کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا۔ رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ مائی حلیمہ کی بکریاں چرائیں۔ رضاعی بہن شیما کے ساتھ مل کر کنوئیں سے پانی لائے۔

نوخیزی کی عمر میں مدینہ' یمن اور شام کا سفر کیا۔ عمر کا یہ دور کھیل کود اور لاابالی پن کا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دور میں بھی سنجیدہ رہے اور لہو و لہب سے اپنا دامن بچائے رکھا' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد اور احمد دوسرے بچوں سے جدا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی خصلتیں اور عادتیں بھی دوسری بچوں سے جدا تھیں۔

آپ ﷺ کی جوانی بے داغ تھی۔ شرم و حیا میں آپ ﷺ شریف دوشیزہ سے بھی بڑھ کر تھے۔ اہل مکہ آپ ﷺ کی پاک دامنی کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کی طاہرہؓ نے آپ کا انتخاب کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس وقت عمر چالیس برس کی تھیں۔ عمروں میں تفاوت کے باوجود پچیس سال تک زوجیت خوش گوار رہی۔

چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت کے عالی مقام پر فائز کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کی بنیاد اپنی چالیس سالہ زندگی کو بنایا۔ اہل مکہ نے تسلیم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نظروں کے سامنے بچپن سے جوانی میں قدم رکھا۔ جس طرح آپ ﷺ بچپن میں معصوم تھے' اسی طرح آپ ﷺ کی جوانی بھی بے داغ تھی۔ آپ ﷺ نے صداقت' امانت اور دیانت سے "الامین" اور "الصادق" کا لقب پایا۔

دعوت اسلام اہل مکہ کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ بتوں کی پوجا کے خوگر تھے اور ذاتی زندگی طرح طرح کی برائیوں کا مرقع تھی۔ اس لئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ برس میں حق کے متلاشیوں کو تلاش کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ چھوڑ کر مدینے چلے جانے

Marfat.com

کی اجازت دے دی۔

مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریاست کی بنیاد ڈالی اور دس سالوں میں اسے ایک مثالی ریاست بنا دیا۔ اس ریاست کو بچانے کے لئے کبھی بے سروسامانی کے عالم میں میدان بدر میں پہنچے اور کبھی میدان احد کو اپنے خوں سے لالہ زار بنایا۔ اس ریاست کو خندق کھود کر بچانے کی کوشش کی اور چند ہی سالوں میں اسے ناقابل تسخیر بنا دیا۔ حتی کہ ۸ھ میں اس ریاست کی حدیں مکہ تک وسیع ہو گئیں۔

فتح مکہ کے بعد بھی حق و باطل کے معرکے ہوتے رہے لیکن اس دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب آفرین اصلاحات کا نفاذ جاری رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عرب معاشرے کی تمام بری خصلتیں دم توڑ چکی تھیں اور وہ ہر قسم کی برائیوں سے مبرا ایک فقید المثال معاشرہ بن چکا تھا۔ ذیل میں ان اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے عرب معاشرہ دنیا کا ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔

سیاسی اصلاحات:

جزیرہ نمائے عرب سیاسی انتشار اور لامرکزیت کا شکار تھا۔ سرزمین عرب لاتعداد بدوی قبائل میں بٹی ہوئی تھی اور یہ قبائل ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ مرکزی حکومت قائم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی حملہ آور اس سرزمین کا رخ نہیں کرتا تھا۔ البتہ شمالی عرب کا علاقہ رومیوں کے زیر تسلط تھا اور جنوبی عرب کے زرخیز علاقوں پر ایرانیوں کا قبضہ تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بکھرے ہوئے بدوی قبائل کو یک جا اور متحد کر کے پرچم اسلامی تلے جمع کر دیا۔ آپ ﷺ نے ..... کہ اسلامی ریاست کا دارالحکومت قرار دے کر بدوی قبائل کو ایک حکومت کے تحت متحد کر کے انہیں اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند کر کے ایران اور روم کی ترقی یافتہ اور عظیم قوموں کے ہم دوش لا کھڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل قیصر و کسریٰ کا خوف اہل عرب کے دلوں پر مسلط تھا لیکن دولت اسلام نے انہیں اتنا سیر چشم بنا دیا کہ اب ان کے سامنے

Marfat.com

قیصر و کسریٰ کی کوئی حقیقت نہ رہی اور وہ بے خوف و خطر ان ملکوں میں پہنچتے اور انہیں دعوت اسلام دیتے۔"

مذہبی اصلاحات:

اہل عرب کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بے خبر ہو کر بت پرستی کے خوگر تھے۔ ہر قبیلے کا جدا بت ہوتا تھا۔ یہ بت ان کے سرداروں یا مذہبی رہنماؤں کے ناموں سے منسوب ہوتے تھے۔ ہر قبیلے نے اپنا نمائندہ بت خانہ کعبہ میں نصب کر رکھا تھا۔ اس طرح تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ میں سب قبیلوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ وہ سال بھر اپنے اپنے قبیلے میں نصب بت کی پوجا کرتے اور سال کے بعد حج کے موقع پر اپنے نمائندہ بت کی پرستش کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خدا کی پرستش کی تعلیم دی اور مشرکانہ رسوم اور بت پرستی سے روکا۔ چنانچہ وہ بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے۔ یہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف سرزمین عرب میں شرک و بت پرستی کی لعنت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ بلکہ اقوام عالم صنم پرستی سے متنفر و بے زار ہو گئیں۔

معاشرتی اصلاحات:

عرب معاشرے میں فسق و فجور اور بے راہ روی زوروں پر تھی۔ وعدہ خلافی جھوٹ، مکرو فریب، غرور و نخوت، قمار بازی، سود خوری، شراب نوشی اور زنا کا عرب معاشرے میں عام رواج تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برائیوں کا ایک ایک کر کے خاتمہ کر دیا۔

شراب نوشی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ ؐ نے اسے ام الخبائث قرار دے کر لوگوں کے دلوں میں نفرت و ناپسندیدگی کے جذبات پیدا کیے اور آخر اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

عورت کو معاشرے میں کوئی احترام حاصل نہ تھا۔ عورت کو ذلت و شرم اور گناہ کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیٹی کی پیدائش باپ کے لئے موجب ننگ و عار تھی۔ اس لئے کئی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ تعداد ازدواج پر کوئی

Marfat.com

پابندی نہ تھی۔ ہر شخص حسب خواہش کئی شادیاں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود باپ کی وفات کے بعد باپ کی بیویوں کے خود مالک بن جایا کرتے تھے۔ اہل عرب بیویوں کو جوئے کے داؤ پر لگا دیتے تھے۔ اس طرح زمانہ جاہلیت میں رشتوں کی پامالی اور عورت کے تقدس کے زبوں حالی ہو رہی تھی۔ اسلام نے عورت کے وقار کو بلند کیا اور ازدواج کا تعین کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقعے پر فرمایا "اے لوگو!

اپنی بیویوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا ہے۔ عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ اور ان کے معاملے میں حسن سلوک سے ہاتھ نہ کھینچو۔ وہ تمہارے نکاح میں آکر تمہاری پابند ہو گئی ہیں اور اپنے نفس کی مالک نہیں رہیں۔"

عرب معاشرہ طبقاتی تقسیم اور نسلی امتیازات کا شکار تھا۔ ہر قبیلہ اپنی بڑائی کی بڑ ہانکتا تھا۔ جس قبیلے کا شاعر زبان دراز اور زور بیان کا مالک ہوتا وہ اپنے قبیلے کی بڑائی تسلیم کرا لیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریت' اخوت اور مساوات کا درس دیتے ہوئے حجتہ الوداع کے موقعے پر ارشاد فرمایا "کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے نہ عجمی کو عربی پر فوقیت ہے اور نہ سرخ کو سیاہ پر کوئی برتری حاصل ہے۔ صرف وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ہے جو پرہیز گار ہے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

غلامی عرب معاشرے کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا تھا۔ غلاموں سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ ان کی جان و مال کی کوئی قیمت نہ تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ آپ ﷺ نے کفارے کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے اور عام حالات میں غلاموں کو آزاد کر کے نیکیاں حاصل کرنے کی خوش خبری سنائی۔ خطبتہ الوداع میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اپنے غلاموں کا دھیان رکھو۔ ان کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو' وہی ان کو پہناؤ' ان پر ظلم نہ کرو' اگر ان سے خطا ہو جائے تو معاف کر دو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں ایسا طریقہ اختیار کیا کہ غلامی آہستہ آہستہ خود بخود ختم ہو گئی۔"

Marfat.com

اقتصادی اصلاحات:

عرب کا بڑا حصہ دشت و صحرا پر مشتمل تھا۔ اسی نسبت سے یہ عرب کہلاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اہل عرب اقتصادی لحاظ سے غریب اور مفلوک الحال تھے۔ ان کا معیار زندگی بہت پست تھا۔ نخلستانوں میں کھجور پیدا ہوتی تھی۔ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے تھے اور ان کے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔

عرب معاشرے کو شراب نوشی، مسلسل خانہ جنگیوں، سودی کاروبار اور وراثت کی تقسیم کے غلط قانون نے اقتصادی لحاظ سے بدحال بنا رکھا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا سب سے پہلے فیض عرب معاشرے کو پہنچا۔ شراب نوشی حرام قرار پائی۔ اہل عرب شیرو شکر ہو کر رہنے لگی۔ سود حرام قرار دیا اور اس کی جگہ زکوٰۃ صدقہ اور فطرانہ نے لے لی۔ وراثت کا منصفانہ قانون نافذ ہونے سے عرب معاشرہ من و آشتی کا گہوارہ بن گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت کو سماجی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کا ذریعہ بتایا۔ قانون وراثت میں متوفی کا ترکہ ورثا میں تقسیم کرکے اور لاوارث متوفی کا ترکہ لوگوں کی بہبود کے لئے خرچ کرنے کے لئے بیت المال میں جمع کر کے ارتکاز زر پر کاری ضرب لائی۔ اس طرح سرمایہ گردش میں رہنے لگا۔ چنانچہ اہل عرب تھوڑے ہی عرصے میں خوش حال اقوام کی صف میں شامل ہو گئے اور ان کے ہاں مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہو گئی کہ زکوٰۃ دینے والے تو سب تھے لیکن زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ تھا۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافذ کردہ اصلاحات سے عرب تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا اور اہل عرب کا شمار دنیا کی مہذب قوموں میں ہونے لگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اہل عرب تہذیب و شائستگی کے علم بردار بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچے اور انہیں بھی تہذیب و تمدن اور صلح و آشتی جیسی نعمتوں سے روشناس کرایا۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ حضرت ہاجرہ مصر کے بادشاہ رقیون کی بیٹی تھیں۔

۲۔ حضرت زبیر کی اہلیہ محترمہ عاتکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی محترمہ فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں۔

۳۔ محمد (جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو) احمد (جو بہت زیادہ تعریف کرنے والا ہو) محمد اور احمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ذاتی نام ہیں۔ اس لئے (احمدی) اور (محمدی) صرف آپ ﷺ کے امتی ہی کہلا سکتے ہیں۔

۴۔ بی بی آمنہ کے والد وہب بن عبد مناف کا شادی کے وقت انتقال ہو چکا تھا اور آپ اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کی کفالت میں تھیں۔ جس روز آمنہ بنت وہب کا عبداللہ بن عبدالمطلب سے عقد ہوا۔ اسی دن عبدالمطلب نے بی بی آمنہ کے چچا وہیب کی بیٹی ہالہ سے خود اپنی شادی کی' حضرت حمزہؓ اسی ہالہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر چار مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ تین سال کی عمر میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں' دوسری مرتبہ بلوغت سے پہلے۔ تیسری بار نبوت کے اعلان سے پہلے اور چوتھا معراج کو جانے سے پہلے۔ مورخ طبری نے شق الصدر کا واقعہ حضور ﷺ کی زندگی کے تیسرے سال اور چالیس سال کا بتایا ہے۔ "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (سورہ انشراح)

۶۔ ام ایمن حضرت عبداللہ (آپ ﷺ کے والد محترم) کی کنیز تھیں جو حضور صلعم کے زمانہ نبوت میں حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں آئیں۔ زیدؓ کے بیٹا اسامہؓ اسی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۷۔ جناب زبیر کی اہلیہ عاتکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی محترمہ فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں۔

حضرت عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کا مکہ کے معروف تاجروں میں شمار ہوتا تھا اور آپ نے انتقال کے وقت معقول تجارتی سرمایہ چھوڑا تھا۔ جو جناب زبیر نے اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تجارتی کاروبار میں لگا رکھا تھا۔ دستور کے مطابق مال دار لوگ اپنا سرمایہ دوسروں کے سپرد کرکے منافع میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

۸۔ سیرت میں اس واقعے کو اس لئے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ مسلم سیرت نگار اس واقعے سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس وقت کے نصرانی عالم نے الہامی کتابوں میں دی گئی آخر الزمان پیغمبر کی علامات کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی پیش گوئی کی' لیکن دوسری طرف آج کے متعصب نصرانی و یہودی علماء اس واقعے سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ایک روزہ بحیرا راہب کی شاگردی کی مرہون منت ہے۔

اس واقعے کے بارے میں نبی رحمت ﷺ کے مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ "اگر بحیریٰ راہب سے ملاقات کا واقعہ صحیح بھی تسلیم کیا جائے۔۔۔ یہ قصہ سیرت کی کتابوں میں نہ ہوتا تو (نبی رحمت ﷺ میں) اس کے ذکر کی بھی یہاں ضرورت نہ تھی۔

اگر یہ واقعہ پیش آیا تو اس تجارتی قافلے کے سربراہ حضرت زبیر تھے۔ جو اپنے دور کے مشہور تاجر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارتی مال کے وکیل تھے۔ حضرت ابوطالب نے معذور ہونے کی وجہ سے کبھی بھی کسی تجارتی قافلے کی قیادت نہیں کی۔ آپ کی مالی اعتبار سے کم زوری اور جسمانی اعتبار سے معذوری کا ذکر طبقات ابن سعد میں موجود ہے۔

اس تجارتی سفر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی تجارتی قوافل ملک شام' بصریٰ' یمن' بحرین اور عرب کے دوسرے مقامات میں لے کر گئے۔ اگر اس سفر میں بحرا راہب چچا کو یہودیوں سے بچائے رکھنے کی ہدایت کرتا تو آئندہ کے تجارتی سفیر درپیش نہ آتے۔ اگر حضرت ابوطالب اس سفر میں شریک ہوتے تو اس قبل ازوقت پیش گوئی کے بعد اعلان نبوت پر ضرور تصدیق کرتے۔ رہا بحرا راہب کا معاملہ کہ اگر بحرا راہب نسخہ کیمیا تھا تو اس نے کسی نصرانی کی بجائے قریشی کا انتخاب کیوں کیا۔ اور ایک دن میں قرآن جیسی کتاب کس طرح ازبر کرا دی۔ وہ خود تو نصران عالم تھا اور تصنیف قرآن کی کر دی۔ واقعی تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔

۹۔ اس معاہدے کو حلف الفضول اس لئے کہتے ہیں کہ اول اول اس معاہدے کا خیال جن لوگوں کو آیا ان کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا۔ فضل بن فضالہ' فضل بن وداعۃ اور فضیل بن حارث۔

۱۰۔ عبداللہ بن جدعان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔

۱۱۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ قریش میں ابوطالب اور عتبہ بن ربیع دو ایسے اشخاص تھے جو مفلس اور معذور ہونے کے باوجود خاندان کے سردار بنائے گئے۔

۱۲۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حنظیلتہ ام ابوجہل مال دار اور تجارت میں خودمختار حیثیت کی تاجرہ تھیں۔

۱۳۔ دستور عرب میں بیوہ خاتون اپنی شادی کے معاملات خود طے کرنے کی مجاز تھی۔ البتہ پہلی

Marfat.com

شادی میں والدین کی رضامندی ضروری تھی۔

۱۴۔ حضرت ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تایا ہیں۔ آپ اپنے بھائی حضرت عبداللہ سے دس برس بڑے تھے۔

۱۵۔ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی اور آسمانی کتب کے بہت بڑے عالم تھے۔

۱۶۔ حق مہر مرد کی حیثیت اور خاتون کی اہمیت کے مطابق طے ہوتا تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال دار تاجر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۷۔ حجراسود کی تنصیب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا عمر تھی؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ شبلی نعمانیؒ اسے شادی سے قبل کا واقعہ بتاتے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنی عمر کی ۳۵ ویں منزل میں تھے۔ بہرحال یہ واقعہ اپنی جگہ درست ہے کہ قریش نے حجراسود کے تنازعے میں آپ کو ثالث قرار دیا تھا۔

۱۸۔ حارث سے حضرت حمزہؓ تک بارہ نوجوان بیٹے قبیلے بنوہاشم کے قوت و بازو تھے۔

۱۹۔ قبائلی نظام میں قبیلے کا کسی فرد سے دست بردار ہونے کا یہ مطلب تھا کہ اب قبیلہ اس سے لاتعلق ہے۔ اس لئے اسے کوئی بھی قتل کرسکتا ہے۔

۲۰۔ حضرت ثوبیہؓ نے چند روز تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا بعد ازاں یہی خاتون آپ صلعم کے چچا حمزہ کو کافی دنوں تک دودھ پلاتی رہی۔ سیرۃ الرسول ﷺ۔ (ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مکتبہ کارواں لاہور سن ندارد)

۲۱۔ ابوجہل

۲۲۔ اس کی قیمت چالیس ہزار درہم کے برابر تھی۔

۲۳۔ ابولہب خاندان سے الگ ہوکر مکہ میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا رہا۔

۲۴۔ حضرت ابوطالب کے ایمان لانے کے بارے میں مورخین کی دورائے ہیں' لیکن ہمارے لئے اس لئے قابل احترام ہیں کہ وہ بعثت سے ۱۰ نبوی ﷺ تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔

۲۵۔ بنی اسرائیل آیت ۱

۲۶۔ ٹیلی فون اور ٹیلی ویژن کی ایجادات نے سوچ کی نئی راہیں کھولی ہیں۔ یہ سائنس کی معراج ہوگئی کہ انسان اپنی آواز کی طرح تحلیل ہوکر اس دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جائے لیکن معراج آسمانی کو پھر بھی اس پر سبقت رہے گی۔ تشنہ

۲۷۔ امان نامہ فتح مکہ کے موقع پر کام آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فتح ایران کے موقع پر پوری ہوئی۔

۲۸۔ مکی سورتوں کے مضامین مرتبہ جناب محمد خان منہاس۔

Marfat.com

۲۹۔ مدینہ منورہ سے تیس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں' جہاں بہت سے کنوئیں تھے اور ہر سال وہاں میلا لگتا تھا۔

۳۰۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان کا باپ

۳۱۔ نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط۔

۳۲۔ بنو قینقاع کا پیشہ زرگری تھا۔ (صرافہ بازار)

۳۳۔ حضرت حمزہؓ نے جنگ بدر میں عتبہ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس دن سے اس کی بیٹی ہندہ آتش انتقام میں جل رہی تھی۔ جنگ احد میں اس نے حبشی غلام وحشی کو حضرت حمزہؓ کے قتل پر مامور کیا جو آپؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ہندہ نے آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آپ کا ناک' کان کاٹ دیا اور کلیجہ نکال کر چبایا۔

۳۴۔ عرب میں بیوہ عورت فوراً عقد ثانی کر لیتی۔ عورت کا بغیر مرد کے بیٹھ رہنے کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیوہ ہوتے ہی شادی کے پیغامات آنے لگتے تھے۔ اس شادی کا مقصد ایک شہید کے خاندان کی کفالت تھی۔

۳۵۔ غزوہ خندق تک ہجرت کی برکات کا اندازہ ہونے لگا تھا۔ اس لئے اس موقعے پر ہجرت مدینہ کے نتائج دیئے گئے ہیں۔

۳۶۔ یہ مکہ معظمہ سے بارہ تیرہ میل دور جدہ اور مکہ کی شاہراہ پر واقع ہے۔

۳۷۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی بیعت۔ "جو مومن لوگ آپ ﷺ سے ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔"

۳۸۔ سہیل بن عمرو ایک فصیح بلیغ خطیب تھا جو بحث و مذاکرے کا ماہر خیال کیا جاتا تھا۔

۳۹۔ صلح حدیبیہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکر صدیقؓ' عمر فاروقؓ' عثمان غنیؓ' اور حضرت علیؓ ریاض المسلمہ کے مہکتے گل ہیں۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گل سرسبد ہیں۔ صلح نامہ حدیبیہ میں پوشیدہ فتح مبین کو آپ ﷺ کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں جبکہ دیگر اصحابہؓ عواقب تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ صلح حدیبیہ کے موقعے پر دل شکستہ نظر آرہے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طمانیت کا یہ عالم تھا۔ کہ آپؓ نے احرام کھولا' سر منڈوایا اور قربانی کی جس کی اتباع میں سب نے قربانیاں کیں اور احرام کھولے۔

۴۰۔ لونڈیاں ازراہ انکساری مقوقس نے تحریر کیا۔ حقیقت میں سب لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہی تو ہیں۔ مصر کی باندیوں ماریہ و سیرین دونوں بہنوں کا تعلق شاہی خاندان "قبطی" سے تھا۔

۴۱۔ ایران اور روم اس وقت کی دو سپر پاورز تھیں' قیصر روم نصف مغربی دنیا اور کسریٰ ایران

Marfat.com

نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔

۴۲۔ یمن ایران کا ایک صوبہ تھا۔

۴۳۔ حضرت علیؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ رسول ﷺ خدا نے آنکھوں میں لعاب دہن لگایا۔ فوراً شفا ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔

۴۴۔ بعد میں اس پر اختلاف ہوا کہ وہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک محدود تھا یا فاطمیوں کے لئے ورثہ تھا۔

۴۵۔ میمونہ بنت حارث کا خاندان اپنی فراست اور خوبصورتی میں مشہور تھا۔ آپ کی ایک بہن حضرت عباسؓ سے اور دوسری بہن ولید سے بیاہی ہوئی تھیں۔ دیگر بہنیں بھی مکہ کے دوسرے سرداروں کے نکاح میں تھیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ آپ کے بھانجے تھے۔ اس عقد کا مقصد اہل مکہ کے اہم خاندانوں سے رشتہ داری تھی۔

۴۶۔ اسی روز سے حضرت خالدؓ بن ولید کا نام سیف اللہ مشہور ہوا۔

۴۷۔ عورتوں میں شرک کی بیماری مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ عورت کے مسلمان ہونے کی پہلی شرط خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے۔

۴۸۔ عورتیں ان باتوں پر عمل کرنے کا عہد کریں اور سمجھیں کہ وہ بھی اس بیعت میں شریک ہوگئیں۔

۴۹۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جنگ احد' جنگ خندق اور فتح مکہ کے موقعے پر آپ قبلہ خزرج کے علم بردار تھے۔ لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب آپ نے جوش میں آکر کہا کہ آج ہم کعبہ کو حرم نہیں رکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے علم واپس لے لیا تھا۔

۵۰۔ پروانے کو چراغ ہے' بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے خدا اور رسول ﷺ بس

۵۱۔ اسی لئے "جیش عسرت" تنگی کا لشکر کہا جاتا ہے۔

۵۲۔ لوگوں کی نادانی سے فائدہ اٹھا کر حسن اتفاق کو اپنی طرف منسوب دنیادار ہی کیا کرتے ہیں۔

۵۳۔ سفر طائف میں جن تین سرداروں کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی' ان میں سے ایک عبدیالیل بھی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۴۔ ۱۲ وفات

۵۵۔ ام المومنینؓ اور صفوانؓ کی کیا نسبت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی ماں جن کے خاوند آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہانوں کے سردار (پیغمبر اور ریاست کے حکمران) فتح مکہ کے موقعے پر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندہ سے بیعت لیتے ہوئے فرمایا

Marfat.com

"بدکاری سے بچو" ہندہ نے جواب دیا "کیا کوئی شریف عورت ایسا کر سکتی ہے۔" اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ پاک دامن مردوں کے لئے پاک دامن عورتیں ہیں۔ بھلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر معصوم کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی کی گواہی دی۔ جن لوگوں کا ایمان قرآن مجید پر ہے ان کے دل صاف ہوگئے لیکن منافقین پھر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ سرولیم میور واقعہ افک کے بارے میں کہتا ہے "واقعہ افک سے ماقبل و مابعد کے واقعات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بے داغ رہی ہے لہٰذا آپ ﷺ کے بارے میں جو شبہات راہ پاگئے تھے انہیں ہم بے نیاز سمجھتے ہیں بلکہ ہم یہ بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ ان کی تردید کی جائے۔ سیرۃ الرسول صفحہ ۲۴۷ سیرۃ النبی ﷺ جلد اول صفحہ ۳۹۱ پر شبلی نعمانی! واقعہ کی نسبت قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ بالکل افترا ہے۔" اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چنداں حقیقت نہیں۔"

Marfat.com